

امیر حسرو

(میوز یکل او پیرا)



فصح اکمل

ایم۔ آر۔ پبلی کیشنٹر نی دہلی

امیر خسرو رح

(میوزیکل اوپرا)

فصیح اکمل

ایم آر پبلی کیشنر، نئی دہلی

© جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ

نام کتاب : امیر خسرو (میوزیکل اوپرہ)

مصنف و ناشر : فصیح اکمل

تعداد : 500

مطبع : نیو انڈیا آفیٹ پرنٹرز، نئی دہلی۔

زیر انتظام : ایم۔ آر۔ پبلی کیشنز

1645، پتوادی ہاؤس، دریا گنج، نئی دہلی۔ 2

Ameer Khusro

(Musical Opera)

Written & Published by

Fasih Akmal

Tareen Tikli, Opp Mohan Nursing Home
Bahadurganj, Shahjahanpur, U.P.

© All copy rights are reserved

First Edition : 2010

Price: Rs.100/-

Library Edition: Rs. 175/-

Printers & Distributors

M.R. PUBLICATIONS

Printers, Publishers, Book Sellers & Distributors of Literary Books

Communication Address:

3871, 4th Floor, Kalan Mahal , Daryaganj, New Delhi-110002

Showroom

1645, Patuadi House, Daryaganj, New Delhi-110002

Cell: 9810784549, 9211532140

E-mail: abdus26@hotmail.com

سخنِ چند

حضرت امیر خرو پر اوپیرا (OPERA) کا تصویر محض تصویر رہتا اگر اس سلسلے میں ۲۷ءے کے اوائل میں مسلسل اور متواتر محترم سجاد ظہیر صاحب تقاضے نہ کرتے رہتے افسوس اس کا ہے کہ یہ اوپیرا جب مکمل ہوا تو وہ پوری اردو دنیا کو اپنے مخصوص سایہ شفقت سے محروم کر کے رخصت ہو چکے تھے، جس کا ملال ایک زمانے تک رہا اور میں کسی حد تک بد دل بھی رہا۔ یہ اوپیرا مختلف مراحل سے ہوتا ہوا کبھی حسن الدین احمد (حیدر آبادی) اور کبھی بیگم عابدہ کے یہاں سفر کرتا رہا، اب جو گزری سو گزری، پھر میں اپنے مسائل حیات میں ایسا گم ہوا کہ اس طرف توجہ کرنے کی فرصت ہی نہ ملی، اب یہ کتابی صورت میں اگر شائع ہو رہا ہے تو اس میں فاضل محترم ڈاکٹر یسین علی عثمانی چیئرمین اتر پردیش اردو اکادمی کی محبتیں کار فرمائیں۔

حضرت امیر خرو پر جب کام پھیلا یا تو بار بار ایک عجیب سے احساس اپنی گرفت میں رکھا۔ اول تو اس سلسلے میں معتبر تاریخی حوالوں کا یہ حال ہے کہ مستند کتابوں میں بھی اختلاف واقعات اور اختلاف سنن بار بار الجھاؤ پیدا کرتے ہیں، میں نے ترتیب واقعات کی صحت کا جواز یہ ڈھونڈا کہ جن واقعات کو متواتر بیان کیا گیا ہے ان کو ہی سامنے رکھا جائے۔^۱

اس سلسلہ میں ایک تضاد بیانی کا حوالہ دلچسپی سے خالی نہ ہو گا، کیونکہ اس سے مجھے جیسے کم علم

۱۔ اس وقت تک پروفیسر ممتاز حسین کی کتاب "امیر خرو دہلوی حیات اور شاعری" شائع نہیں ہوئی تھی، اس کتاب نے بڑے بڑے جغاوری محققوں کا پول کھول دیا ہے، افسوس یہ ہے کہ اس کتاب کی تصنیف کا وقت کم و بیش وہی ہے جو میرے اوپیرا کا، اس لئے جہاں پوری دنیا نے اب تک بہت سے حقائق سے چشم پوشی کی ہے اس اوپیرا میں اور سہی۔

آدمی کے سامنے جو دشواریاں پیدا ہوئیں انکا اندازہ بخوبی ہو جائے گا۔

انگریزی زبان کی سب سے تازہ اور مستند تاریخ آکسفورڈ ہسٹری آف انڈیا (Oxford History of India) (Wensent Smith) مطبوعہ ۱۹۱۹ء کے فاضل مصنف و نوینٹ اسکھن (History of India) مطبوعہ ۱۹۱۹ء کے فاضل مصنف و نوینٹ اسکھن (Wensent Smith) تحریر فرماتے ہیں کہ ”عہدِ بلبن میں فتنہ مغول کے خوف سے جو بادشاہ اور شہزادے اپنا وطن چھوڑ کر دہلی میں پناہ گزیں ہوئے ان کی مصاحت یا ملازamt میں بہت سے ادیب بھی تھے جن میں امیر خرو شاعر سب سے زیادہ مشہور ہیں“۔ ص ۲۲۹، سمجھ میں نہیں آتا کہ فاضل مؤلف نے جب کہ امیر صاحب کی ولادت اور حالاتِ زندگی سے واقفیت بھم پہنچانے کی تکلیف گوارا نہیں کی تو ان کی نسبت یہ آدھی سطر بھی لکھنا کیا ضرور تھی،؟ یہاں اتنی صراحت اور کردینی چاہئے کہ امیر صاحب کے والد سلطان شمس الدین لتمش کے زمانے میں ہندوستان آئے تھے اور ان کا ان ”پندرہ شہزادوں“ سے کوئی تعلق نہیں تھا جو دربار بلبن کی زینت بڑھاتے تھے، امیر صاحب کے سن ولادت میں اختلاف ہے ”قرآن السعدین“ کے ایک شعر سے خیال ہوتا ہے کہ آپ ۲۵۳ھجری میں پیدا ہوئے لیکن یہ صحیح نہیں ہے اور تاریخ فرشتہ میں آپ کی عمر کے متعلق جو ”ہشتاد و چہار“ لکھا ہے (جلد دوم ص ۳۰۲) وہ بھی کتابت کی غلطی معلوم ہوتی ہے ورنہ آپ نے چوہترے سال کی عمر میں وفات پائی۔ جس کے ۲۵۴ھجری میں کوئی اختلاف و شبه نہیں اور آپ کی لوح تربت پر جو قطعہ وفات کندہ ہے اس سے بھی یہی حال برآمد ہوتا ہے۔

(حاشیہ: ”تاریخ ہند“ کتاب دوم، ص ۲۹۷-۲۹۸ ذکر امیر خرو ”مولف سید ہاشمی صاحب فرید آبادی رکن سرشنستہ تالیف و ترجمہ جامعہ عثمانیہ حیدر آباد)

اس طرح مختلف مقامات پر مختلف دشواریاں سامنے آتی رہیں، برہ گئے مولانا بشی نعمانی تو ان کے تاریخی حوالوں پر کیا بھروسہ کیا جاسکتا ہے ایک مثال ہی ان کی تاریخی بصیرت کے لئے کافی۔

(۱) ”سیف الدین کے انتقال کے وقت امیر خرو کی عمر سات برس کی تھی“

(”شعر لجم“ حصہ دوم، ص ۹۶)

(۲) ”اس پر مزید یہ ہوا کہ ان کے والد نے ان کو آٹھ برس کی عمر میں حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کے قدموں پر ڈال دیا تھا۔ اور برکت کے لئے بیعت کرادی تھی۔“

(”شعر الحجم“ حصہ دوم، ص ۱۱۳)

اس تاریخی اقتباس کی روشنی میں یہ اندازہ تو کم از کم ضرور ہو جائے گا کہ اور سب لوگوں کے یہاں جو اختلاف واقعات کے پشتارے لگے ہیں وہ تو ایک طرف لیکن علامہ شبیل نعمانی جیسی عظیم الشان شخصیت کے یہاں ایک ہی شخصیت سے متعلق چند صفحات کے بعد جو تحریر ہے وہ کس قدر علمی مضحکہ کا سبب ہے۔

امیر خسروؑ کے عہد کی سیاسی کشمکش اور غلام بادشاہوں کا ایک طرف پایہ تخت کو مضبوط رکھنا اور دوسری جانب مغلوں کے اس دباو کرو کرنا جو ہندوستان کے سرحدی علاقوں میں انتشار کی صورت اختیار کرتا جا رہا تھا نہایت دشوار کام تھا۔

تخت کے لئے روز نئی سازشیں ہوتی تھیں ”قصر سفید“ واقع کیلو کمبری موجودہ کیلو کمبری، رنگ روڈ، نئی دلی، (Kilokhri, Ring Road, New Delhi) کی بنیاد نے امراء اور وزراء کے دلوں میں ایک سیاسی تناؤ کی فضامستقل کر دی تھی، ہر امیر جلد از جلد حکومت کی وفاداری کا پروانہ حاصل کرنے کے بعد کسی صوبہ کا حاکم (گورنر) بن جانا چاہتا تھا، حالات ایسے تھے کہ حاکم کے اختیارات بھی ایک چھوٹے سے بادشاہ سے کم نہیں تھے۔

یہی وجہ ہے کہ وہ مضبوط سیاسی شخصیت جس سے استحکام سلطنت کی توقع کی جا سکتی ناممکن ہو گئی تھی۔

غلاموں کے دلوں میں بھی یہ بات اچھی طرح جاگزیں ہو گئی تھی کہ اگر حالات مساعدت کریں اور انہیں بہترین کارگزاری (سیاسی سازش) کا موقع مل سکے تو وہ بھی دلی کے تاجدار بن سکتے ہیں، بیشتر بادشاہوں کا قتل اسی اندر ولی سازش کا نتیجہ تھا، بادشاہ ہر طرف خطرات کی فضا محسوس کرتے تھے، ورنہ چوہتر (۲۷) برس کے عرصہ میں گیارہ بادشاہوں کا قیام وجود میں نہ

آتا۔ اور دلی پے بہ پے اتنے جھنکوں سے دو چار نہ ہوتی۔

بنگال، لکھنؤتی، ملتان اور اوودھ کے صوبے جتنے زیادہ اہم تھے اتنی ہی سیاسی سازشیں بھی ان صوبوں کے لئے روز و جود میں آتی رہتی تھیں۔

غیاث الدین بلبن کے عہد سے غیاث الدین تغلق کے عہد تک امیر خروہ کا تعلق تقریباً سبھی درباروں سے رہا۔ لیکن تاریخی شہادتیں یہ بات بہ آسانی بتاتی ہیں کہ امیر خروہ جیسی محظوظ عوام شخصیت کے بارے میں بھی درباری امراء اور وزراء رشک و حسد ہی نہیں نفرت کے جذبات رکھتے تھے، معز الدین کی قباد کے عہد میں ملک نظام (وزیر سلطنت) کی نفرت انگیز با تیں اسی سیاسی تناو کی کھلی دلیل ہیں۔

دوسری طرف امراء والی کا ایک قابلِ لحاظ حلقة امیر خروہ کے ارادت مندوں میں شامل تھا اور یہ امراء امیر خروہ کی ہم نشینی اپنے لئے باعث فخر بھی سمجھتے تھے، ان سے مساویانہ سلوک رکھتے تھے اور حتی الاماکان قد رخن میں امیر خروہ کی خدمت سے بھی گریز نہیں کرتے تھے۔

آخر میں یہی امراء امیر خروہ کے درباری تعلق کا درمیانی سلسلہ بنے۔ ان میں سے کئی ایک متذکرہ صوبوں میں حاکم بنائے گئے۔ امیر خروہ کی زندگی میں ان امراء سے تعلق کی بنابر بہت سے عجیب و غریب واقعات و حادثات رو نما ہوئے جن کا ذکر ان کی مشنویات میں تفصیل سے ملتا ہے۔

ایک اور اہم بات جس کا ذکر کئے بنا آگے نہیں بڑھا جا سکتا وہ یہ ہے کہ ان تمام تفصیلات کے باوجود کسی نے بھی جزوی طور سے بھی امیر خروہ کی خانگی زندگی سے متعلق کچھ نہیں لکھا، کہیں کہیں محض اشاراتی تحریریں ملتی ہیں، اور ان اشارات پر یقین کی بنیاد استوار نہیں کی جاسکتی۔

میں نے ان اشارات کے گرد شاعرانہ فضایں ایک مہم ساخا کہ پیش کرنے کی سعی کی ہے۔ امیر خروہ کی روح پاک مجھے اس جسارت کے لئے معاف کرے۔

سلطان الاولیاء حضرت خواجہ نظام الدین محبوب الہیؒ سے ان کی وابستگی اور عقیدت ان کے مذہبی جذبات اور سوز قلب کی آئینہ دار ہے۔ اس سیاسی افراط و تفریط کے عالم میں روح کے سکون

کے لئے انہوں نے ایک ابدی پناہ گاہ تلاش کر لی تھی، اور اس تلاش میں تعلق کی سنہری گوٹ خود محبوب الہی کی کرم نوازی تھی۔ حضرت امیر نے تمام و کمال اپنے کو مرشد برحق کی خدمت و رضا کے لئے وقف کر دیا تھا، اس سلسلہ میں واضح شہادتیں موجود ہیں کہ انہوں نے محبوب الہی کی خاطر دربار میں بھی حق گوئی کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا اور شاہ مبارک سے صاف کہدیا کہ ”میری جان حاضر ہے آپ نہایت آسانی سے میرا سر قلم کرا سکتے ہیں، لیکن میں محبوب الہی کی بارگاہ میں شرمندہ نہیں ہونا چاہتا“۔

غیاث الدین تغلق سے ان کا دل صاف نہ ہونے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ وہ محبوب الہی سے پُر خاش رکھتا تھا۔ لیکن بعض نزاکتوں کے پیش نظر وہ دربار سے اپنا تعلق قطع بھی نہ کر سکتے تھے۔ اس اوپیرا (OPERA) میں ان تمام جزئیات کو نظر میں رکھ کے شاعرانہ تخيیل کے سہارے پھونک پھونک کر قدم آگے بڑھانا پڑا ہے۔

ایک دشواری یہ تھی کہ حضرت امیر خسرہ کے کلام کا مسئلہ کس طرح حل ہو کیونکہ بیشتر کلام فارسی میں ہے، میں نے اسی میں عافیت سمجھی کہ ہندی کا کلام جو مرتعِ خلاق ہو چکا ہے اور جس کو اب تک سینکڑوں گانے والے طرح طرح سے پیش کرنے کی سعادت حاصل کر چکے ہیں اس کو اسی طرح رکھا جائے اور فارسی کلام کی جہاں ضرورت ہو وہاں آسان اردو میں غزل یا قطعہ یا نظم کے نکڑے کا ترجمہ کر دیا جائے۔

کسی ایک شخصیت کو تاریخ کے الجھے ہوئے اور اس سے صاف کر کے نکالنا اور اس کے نقوش کو واضح کر کے دیکھنا اور دکھانا ان تاریخی اصنام کی گرد جھاڑ کر پھر سے سجانا ہے جن پر صدیوں کی گرد ہی نہیں حدائق کی ضرباتِ شدید بھی اثر انداز ہوئی ہیں، اس کے علاوہ ایک ایسے معاشرہ اور ماخول کو زندہ کر کے دیکھنا پڑتا ہے جس کا اب ہلکا سا عکس بھی باقی نہیں ہے۔

میں اپنی اس کوشش میں کس حد تک کامیاب ہوا ہوں اس کا فیصلہ قارئین اور ناظرین پر چھوڑتا ہوں، لیکن ایک آرزو اور امید کی ٹھنڈاتی شمع کا یہ سہارا بہت ہے کہ خدا کرے یہ حقیر سا نذرانہ محبوب الہی میں سندِ قبولیت حاصل کرے اور میری اس سعی نامشکور کی فروگذاشت کو

عفو و درگذر کا پردہ ڈال کے معاف کر دے۔ آمین۔

یہ بات اس سے آگے یوں بڑھانا پڑ رہی ہے کہ اس اوپر اکو جس ذوق و شوق سے میں نے لکھا تھا اس سے گذشتہ چوبیس، پچیس سال میں بھی خواہوں، دوستوں، اور کرم فرماؤں نے جو سلوک کیا وہ اس تجربہ کا اہم حصہ ہے، اب تک یہ اوپر اہنستان کے مختلف حصوں میں نمائش کے لئے پیش کیا جا چکا ہوتا، اور کتابی صورت میں بھی منظرِ عام پر آ جاتا، لیکن محب صادق اور مخلص مشہور طنز و مزاح نگار مجتبی حسین صاحب نے اس کو حسن الدین احمد (I.A.S) کی خدمت میں پیش کر دیا تھا، جن کے ہاتھوں عالیجناب فخر الدین علی احمد مرحوم کے عہد صدارت میں بیگم عابدہ احمد کے مطالعہ کے لئے پیش کیا گیا اور انہوں نے اس کو بے حد پسند کر کے اپنے گروپ کے ذریعہ اسٹیج کرنے کا پروگرام بنایا، لیکن نہ جانے کیوں حسن الدین احمد صاحب اور جشن امیر خسر و کمپنی کے اراکین مجھ کو بار بار تحریری یقین دہانیوں کے باوجود اس کو پس پشت ڈالے رہے اور وقت گذر گیا۔

اتفاق سے دلی میں ایک دن میری عدم موجودگی میں میرے کمرے سے چوری میں جہاں میرا بہت ساقیتی سامان اور کتابیں چوری ہوئیں وہیں اس اوپر اکی جو کاپی میرے پاس باقی تھی وہ اور میری ایک طویل نظم جو ”بیت المقدس“ کے پس منظر میں لکھی گئی تھی اور تقریباً تین سو بند پر مشتمل تھی وہ بھی چورا ٹھالے گئے، ظاہر ہے کہ انہوں نے ان مسودات کے ساتھ وہی انصاف کیا ہو گا جو عام طور سے چوری میں دستیاب ہونے والے کاغذات کا ہوتا ہے۔

حسن الدین احمد صاحب دہلی سے حیدر آباد چلے گئے میں تقاضوں پر تقاضے کرتا رہا، اور ایک طویل عرصہ اس خط و کتابت میں گذر گیا ۱۸ء میں ان کے دل میں خدا نے رحم پیدا کیا اور انہوں نے رجڑ ڈاک سے مجھ کو یہ مسودہ بسمی کے پتہ پرواپس کیا۔

اللہ ان کو جزائے خیر دے کہ انہوں نے اس کو حفاظت سے رکھا اور دیر ہی میں سہی واپس تو کیا، خدا ان کے مراثب و مناصب بلند فرمائے۔ (آمین)

فصحِ اکمل

امیر خسرو (رحمۃ اللہ علیہ)

(اوپیرا)

زمانہ

۱۲۵۱ھ - ۱۳۷۵ھ

—

۱۲۵۳ء - ۱۳۷۳ء

کردار:

امیر خرو

امیر سیف الدین

بیگم امیر سیف الدین

مولانا سعد الدین

خواجہ اصیل

خواجہ عزیز الدین

اعتماد الملک

خواجہ حسن دہلوی

غیاث الدین بلبن

بغرا خاں

سلطان محمد قاؤن

صدر الدین عالیٰ

عارف عبدالحکیم

خان جہاں

معز الدین کیقباد

ملک احمد (امیر حاجی)

بدر

بیگم امیر خرو

جلال الدین خلنجی

(مجذوب، پچھر قاصا میں، خادما میں، غلام، نقیب، قول اور بچے وغیرہ)

(محبوب الہی رحمۃ اللہ آواز اور روشنی کے مناظر سے ان کے وجود کا احساس)

(والد ماجد حضرت امیر خرو)

(والدہ ماجدہ.....)

(استاد.....)

(نائب کوتوال دہلی)

(عالم و شاعر)

(امیر خرو کے نانا)

(مشہور شاعر)

(بادشاہ دہلی)

(غیاث الدین بلبن کا چھوٹا بیٹا اور حاکم سامانہ)

(..... بڑا بیٹا اور حاکم ملتان)

(مشہور شاعر)

(امیر دربار اور حاکم اودھ)

(بادشاہ دہلی)

امیر خرو کے صاحبزادے)

(..... کی صاحبزادی)

پہلا ایکٹ

(1st Act)

پہلا منظر

موسیقی کی دھیمی لہریں (ستار اور طبلے کی واضح آوازیں) آہستہ آہستہ تیز ہوتی ہیں اور ان کے موجز رکے درمیان پردہ اٹھتا ہے، روشنی کا دائرہ آہستہ آہستہ واضح ہوتا ہے اس روشنی کے دائرے میں ایک دراز قد مجدوب سر جھکائے کھڑا ہے روشنی کئی رنگ بدلتی ہے، روشنی کا دائرہ آگے بڑھتا ہے اور مجدوب اس کے تعاقب میں قدم بڑھاتا ہے، پھر اچانک رک کر آسمان کی جانب سراٹھاتا ہے، چہرے پر کھنچاؤ کم ہوتا ہے اور مسکراہٹ ہونٹوں پر کھینلے لگتی ہے، از خود رفتگی کے عالم میں مہم الفاظ۔ آواز نہیں آتی، صرف لب ہلتے دکھائی دیتے ہیں، رفتہ رفتہ آواز واضح ہوتی ہے،

..... مجذوب اے ز میں

وقفہ

اے ز میں ، تیری مٹی میں جلوے بہت
ایک جلوہ کی پہچان جس کو ہوئی
وہ ز میں پر رہا آسمان کی طرح
اے ز میں اس گیانی کے قدموں تلے
تو چمکتی رہی کہکشاں کی طرح
ہر قدم تیرے جلووں کی دنیا نئی
تیری مٹی نے سورج اگائے کئی
روپ خالق کا ہے، پیار ماں باپ کا
اے ز میں تیری مٹی میں کیا کچھ نہیں

مورتیں تو بناتی ہے کیا کیا حسیں
 صورتیں تو سجائی ہے کیا کیا حسیں
 کبھی موسم سے کرتی ہے گل کاریاں
 کبھی معصوم بچوں کی گل کاریاں
 اے زمیں
 اے زمیں
 تیری مئی میں جلوے بہت
 جلوے بہت

ایک ترک امیر (امیر سیف الدین) اپنی گود میں ایک نوزائیدہ بچہ لئے ہوئے داخل ہوتا ہے اور مجذوب کے سامنے جا کر ٹھہر جاتا ہے۔
 (موسیقی بدلتی ہے)

امیر سیف الدین:- بابا.....بابا
 (مجذوب ابھی تک اسی کیفیت میں ڈوبا ہوا ہے)

مجذوب:- اے زمیں
 اے زمیں
 تیری مئی میں جلوے بہت

امیر سیف الدین:- (کچھ نہ سمجھتے ہوئے، حیرت سے مجذوب کو دیکھتے ہیں پھر زور سے آواز دیتے ہیں.....)

بابا.....بابا

مجذوب:- (سر اٹھا کر غور سے امیر سیف الدین کے چہرے کو دیکھتا ہے پھر بچہ پر نظر پڑتی ہے اور بے اختیار ہونٹوں کی مسکراہٹ گھری ہو جاتی ہے)

ہزار بار مبارک امیر سیف الدین
خدا کے بھید وہی جانے اور کوئی نہیں
اور کوئی نہیں

(وفقاً)

تمہارے بُنخ کی سربزروادیوں کی قسم
تمہارے ہاتھوں پہ ہے آفتاپ صحیح عجم

امیر سیف الدین:- (خوش ہو کر بچہ کو مجذوب کی گود میں لٹادیتے ہیں)

سلام کہہ کے ، کہا ہے یہ بابا بیگم نے
دعا کرو کہ یہ بچہ نصیبہ ور ہو جائے

مجذوب:- (بچہ کی پیشانی کو بے ساختہ چوم لیتا ہے)

دعا کے بعد ، یہ کہنا امیر بیگم ہے
تمہاری گود میں وہ آفتاپ روشن ہے
کہ جس سے مشرق و مغرب چمکنے والے ہیں

امیر سیف الدین:- (مجذوب کے سامنے زانوٹیک کر جھکتے ہیں۔ مجذوب بچہ ان کی گود میں
واپس کر دیتا ہے)

دعا کے بعد ضرورت نہیں مگر بابا
مجھے بھی اس کے کچھ آگم کی دوخبر بابا

مجذوب:- خدا کے بھی وہی جانے اور کوئی نہیں
میں تم کو اتنا بتاؤں، امیر سیف الدین
چھڑا کے بُنخ کی سربزروادیاں تم سے
بسایا ہے لپ گنگا اسی کی قسم نے

(مجذوب ایک دم انٹھ کر کھڑا ہو جاتا ہے، اور آگے بڑھتا ہے، امیر سیف الدین حیرت سے
مجذوب کو دیکھ رہے ہیں)

امیر سیف الدین:- بسایا ہے لب گنگا اسی کی قسمت نے؟

(مجذوب کے بہت قریب ہو کر آہستہ ہے)

تو کیا یہ ہوگا کبھی تخت و تاج کا مالک؟

مجذوب:- نہیں، نہیں، اسے کیا تخت و تاج سے مطلب

جو چند روزہ ہو کیا ایسے راج سے مطلب

عطا ہوئی ہے اسے سلطنت فقیری کی

کہ عشق پیشہ کو حاجت نہیں امیری کی

زوال کا تو نہیں سایہ گریزاں بھی

کمال وہ ہے کہ ششدروں میں سلطان بھی

یہ اس دیار کا وہ خرسو یگانہ ہے

دلوں میں شمعِ محبت جسے جلانا ہے

امیر سیف الدین:- کمالِ علمِ شریعت ہے، یا طریقت ہے؟

مجذوب:- کمالِ علمِ شریعت بھی ہے طریقت بھی

ولی عصر بھی ہے رنہ خوش طبیعت بھی

نصیب میں ہے بہت اس کے جاہ و حشمت بھی

کلاہِ فقر بھی ہے منصبِ وزارت بھی

مگر یہ ملکِ سخن کا ہے تاجدار ایسا

کہ تا قیامِ قیامت چلے گا نام اس کا

امیر سیف الدین:- تمہاری چشمِ بصیرت پہ ہے یقین مجھے

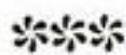
کیے ہیں رازِ عجب مجھ پہ منکشف تم نے

مجذوب:- میں اس کی خوبیاں تم کو بتا نہیں سکتا
تمام حال مجسم.... دکھا نہیں سکتا

امیر سیف الدین:- خدا کے قبضہ قدرت میں کیا نہیں بابا

مجذوب:- خدا کے بھید وہی جانے اور کوئی نہیں
اک اور بات یہ سن لو امیر سیف الدین
کھلا رہے گا قیامت تک چمن اس کا
جو رکھو نام تو ”رکھنا ابو الحسن“ اس کا

(مجذوب یہ کہہ کرتیزی سے آگے بڑھتا ہے اور باہر نکل جاتا ہے، امیر سیف الدین حیرت
کے عالم میں کھڑے ہیں، روشنیاں بجھتی ہیں)



دوسرا منظر

(امیر سیف الدین کے مکان کا اندر وی منظر۔ ایک چھوٹا بچہ اور ایک چھوٹی بچی کھلونوں سے کھیل رہے ہیں، امیر سیف الدین بچہ کو لئے ہوتے داخل ہوتے ہیں، دونوں بچے کھیل چھوڑ کر قریب آ جاتے ہیں سامنے ایک پردہ پڑا ہے، ایک خادمہ پردہ ہٹا کر باہر آتی ہے اور امیر کی گود سے بچہ کو لے لیتی ہے)

(موسیقی بدلتی ہے)

امیر سیف الدین:- کیا بات ہے؟
اداس نظر آ رہی ہو کیوں؟

خادمہ:- سر کار!

میری جان نجھا ور ہزار بار
آنے میں آپ کو جو ذرا دیر ہو گئی
بیگم نے خادماوں کو حیران کر دیا
اتنے کے سوال پر پیشان کر دیا

امیر سیف الدین:- (ہنتے ہوئے)

میں جانتا ہوں

میں جانتا ہوں، ان کی طبیعت کا حال خوب

حاضر بھی میں آتی ہوں، بچہ کو چھوڑ کر

خادمہ:-

(خادمہ پردہ اٹھا کر اندر جاتی ہوئے، امیر سیف الدین بے قراری سے ٹھل رہے ہیں، خادمہ فوراً

واپس ہوتی ہے)

خادمہ:- سرکار! چلئے آپ کو فرمائی ہیں یاد

امیر سیف الدین:- بیگم کے دشمنوں کی طبیعت نہیں بحال
ہے فرض تم پہ دل سے کرو ان کی دیکھ بھال

خادمہ:- سرکار!

اپنے فرض کو پہچانتی ہوں میں
ان کی مزاج کیسا ہے یہ جانتی ہوں میں

(خادمہ پر دہ اٹھاتی ہے، اندر ایک بڑے چھپر کھٹ پر بیگم لیٹی ہیں جو پہ پاس لیٹا ہے، شاہی زمانے
کے امراء کے یہاں جو اہتمام ہوتا تھا وہ سب موجود ہے، کئی خادماں میں موذب کھڑی ہیں امیر کو
دیکھ کر بیگم اٹھنے کی کوشش کرتی ہیں، خادماں میں آگے بڑھتی ہیں، لیکن امیر ہاتھ کے اشارے سے
بیگم کو اٹھنے سے روک دیتے ہیں اور برابر میں رکھی کری پر بیٹھ جاتے ہیں)

امیر سیف الدین:- کہیے مزاج دشمناں نا ساز تو نہیں

(بیگم آنکھ کے اشارے سے خادماؤں کو باہر جانے کا حکم دیتی ہیں، ایک ایک کر کے خادماں میں باہر
نکل جاتی ہیں)

بیگم:- مجذوب نے جو بچہ کو دیکھا تو کیا کہا؟

امیر سیف الدین:- تم کو دعا میں دے کے یہ مجذوب نے کہا
(موسیقی بدلتی ہے)

”تمہاری گود میں وہ آفتاں روشن ہے
کہ جس سے مشرق و مغرب چمکنے والے ہیں
کھلا رہے گا قیامت تملک چمن اس کا
جور کھو نام تو رکھنا ”ابوالحسن“ اس کا

بیگم:-

امیر! آپ نے پوچھا نہیں یہ بابا سے
کہ شرق و غرب کا یہ آفتاب کیسے ہے؟
مجھے تو لگتا ہے دامن یہ سب کا بھر دے گا
نصیب اس کا اسے بادشاہ کر دے گا

امیر سیف الدین:- سوال میں نے بہت تو نہیں کئے تھے مگر
سالی ہے مجھے بابا نے ایک عجیب خبر
یہ بچہ وقت کا اپنے عظیم شاعر ہے

بیگم:-

عظیم شاعر ہے؟
سپاہی زادہ کو شعر و خن سے کیا نسبت؟

امیر سیف الدین:- خدا کے قبضہ قدرت میں کیا نہیں بیگم

بیگم:- جودی جاؤں گی اب کے تو اپنے بچے کو
میں لے کے جاؤں گی سلطان جی کی خدمت
میں

نصیب جگتے ہیں اس بارگاہِ رحمت میں

امیر سیف الدین:- خدا کرے کہ وہ لمحات جلد تر آئیں
(اٹھتے ہیں۔ اور آہستہ آہستہ باہر کی طرف بڑھتے ہیں)

بیگم:-

(آنکھیں بند کر لیتی ہیں۔ اور آہستہ آہستہ سے کہتی ہیں)
خدا کے فضل سے اک دن وہ لمحہ آئیں گے
(امیر باہر نکلتے ہیں، ہونٹوں پر مسکراہٹ کھیل رہی ہے)
(روشنی بجھتی ہے)

تیسرا منظر

(دہلی.....مولانا سعد الدین کا مکتب جس میں بہت سے بچے خوش نویسی کی وصایوں پر مشق کر رہے ہیں، ایک بچہ جو مولانا کے سید ہے ہاتھ بیٹھا ہے بار بار آسمان کی جانب سراٹھا تا ہے اور پھر لکھنے میں مصروف ہو جاتا ہے، بچہ نہایت حسین و نمیل ہے، مولانا کی نگاہیں بچہ پر پڑتی ہیں، پہلے وہ ایک لمحہ بچہ کو دیکھتے رہتے ہیں پھر وصلی پر نظر جاتی ہے، مولانا وصلی کی جانب اشارہ کرتے ہوئے)

مولانا سعد الدین:- ذرا دکھاؤ یہ مجھ کو
ابوالحسن بیٹے

ابوالحسن:- (حیرت سے استاد کی طرف دیکھتا ہے، پھر جلدی جلدی اپنے لکھنے کو مٹانے کی کوشش کرتا ہے)
ابھی.....

ابھی دکھاتا ہوں
حاضر ابھی میں آتا ہوں

مولانا سعد الدین:- ارے مناؤ نہ اس کو
یہی دکھاؤ مجھے

ابوالحسن:-
یہی دکھاؤ
مگر یہ تو کچھ نہیں ہے حضور

مولانا سعد الدین دکھا و مجھ کو یہی
 (غصہ تے) جو بھی لکھ رہے تھے تم
 (ابوالحسن نہایت پریشانی اور کشمکش کے عالم میں اٹھتا ہے، اصلی استاد کے سامنے رکھ دیتا
 ہے)

مولانا سعد الدین:- (زور سے پڑھتے ہوئے)
 ایک کمن نے مجھ پہ کی بیداد
 اے بزرگان شہر داد تو دو
 (شعر پڑھ کر حیرت سے مولانا ابوالحسن کو دیکھتے ہیں، ابوالحسن کی نگاہیں جھلکی ہوئی ہیں)

یہ شعر کس سے سنا ہے ابوالحسن تم نے
 تمہارے گھر میں تو شاعر نہیں کوئی شاید
 پہ گری کے محاسن سے آشنا ہیں سب
 بہادری میں ہے یکتا قبیلہ "لاچین"
 تمہارے ذہن میں یہ شعر رہ گیا کیسے
 سنا ہے تم نے کسی سے، کہ ہے پڑھا تم نے
 ابھی سے تم جو یہ اشعار یا دکرتے ہو
 خدا کے واسطے کیوں مجھ پہ نام و صرفتے ہو

(نگاہیں جھکائے ہوئے، چہرہ پر خوف کے آثار ہیں)

ابوالحسن

حضور.....

اب کبھی ہو گی نہ ایسی گستاخی
 مجھے معاف کریں

اے ترجمہ اصل فارسی شعر یوں ہے،
 خرد سالے بمن کند بیداد اے بزرگان شہر داد ہید (امیر خسرہ)

یہ شعر.....
 یہ شعر مشق کے دوران لکھ گیا یوں ہی
 کہیں سنا بھی نہیں
 اور کہیں پڑھا بھی نہیں
 مولانا سعد الدین:- کہیں سنا بھی نہیں
 اور کہیں پڑھا بھی نہیں
 تمہاری بات پر آتا نہیں ہے مجھ کو یقین
 حضور ابو الحسن:-

آپ تو واقف ہیں میری باتوں سے
 یقین کیجئے
 میں جھوٹ بولتا ہی نہیں

مولانا سعد الدین:- میں کیا بتاؤں
 کہ مجھ کو یقین نہیں آتا
 نہیں، نہیں
 مجھے ہرگز یقین نہیں آیا
 تمہاری عمر ہی کیا ہے؟
 کہ ایسے شعر لکھو

..... حضور ابو الحسن:-

میں نے تو اشعار ہیں بہت لکھے
 اگر ہو حکم
 تو دو چار اور عرض کروں
 مولانا سعد الدین: (ڈانٹتے ہوئے) نہیں، نہیں

مجھے اشعار مت سناؤ تم

اب اپنا کام کرو

جا کے بیٹھ جاؤ تم

(ابوالحسن مایوسی کے عالم میں واپس آ کر اپنی جگہ بیٹھ جاتا ہے، مولانا سعد الدین کی آنکھیں حیرت سے پھیلی ہوئی ہیں، وصلی اب تک ان کے سامنے رکھی ہے، وہ ایک بار پھر شعر زور سے پڑھتے ہیں)

مولانا سعد الدین:- ایک کمسن نے مجھ پر کی بیداد
اے بزرگانِ شہر داد تو دو

(ابوالحسن نگاہیں اٹھا کر حیرت سے استاد کو دیکھتا ہے)

عجیب بات ہے

بالکل عجیب بات ہے یہ

ذرا سا بچہ کہے سہلِ متنع میں شعر

عجیب بات ہے

کیسے یقین کرلوں میں

یہ بچہ شعر میں سعدی سے بڑھ گیا آگے

ابھی سے رنگ ہے ایسا

تو ہو گا کیا آگے؟

(ابوالحسن کے چہرے پر خوشی کی لہریں پیدا ہوتی ہیں، اور ہونٹوں پر مسکراہٹ کھیلنے لگتی ہے، اتنے میں ایک قاصد خواجہ اصیل نائب کو توال کے پاس سے آتا ہے، مولانا سعد الدین قاصد کو دیکھتے ہیں، قاصد موڈب دونوں ہاتھ سینے پر باندھ کر)

اصاف سترے، زبان کے اعتبار سے آسان

قاصد:-

حضور.....آپ کو سر کار نے کیا ہے یاد

مولانا سعد الدین:- خدا نہ کر دہ

کوئی پیش آگئی افتاد

نہیں حضور

قاصد:-

نہیں کچھ خطوط ہیں شاید

جواب ان کے لکھانا ہیں آپ سے ان کو

مولانا سعد الدین:- ابھی بلا یا ہے؟

یا شام تک میں آ جاؤں؟

ابھی بلا یا ہے

شايد ضروری خط ہوں گے

مولانا سعد الدین:- ذرا سا ٹھہرو

یہاں بیٹھ جاؤ

چلتا ہوں

(مکتب کے بچوں سے مخاطب ہو کر)

تمہاری چھٹی ہے

اب جاؤ اپنے گھر بچو

(پچھے جلدی جلدی اپنی اپنی وصلیاں اور لکھنے پڑھنے کا سامان سمیت کرائٹھ کر جانے لگتے ہیں) - (مولانا ابوالحسن سے مخاطب ہو کر)

تمہاری چھٹی نہیں ہے

ابوالحسن ٹھہرو

(ابوالحسن رُک کر حیرت سے استاد کو دیکھتا ہے)

ابو الحسن:-

(ذرتے ہوئے)

قصور ہو گیا مجھ سے

میں وعدہ کرتا ہوں

کہ اب سے شعر نہ لکھوں گا

مشق کے دوران

مولانا سعد الدین:- نہیں یہ بات نہیں ہے

ڈر نہیں میٹے

میں آج تم کو ملاؤں گا خواجہ صاحب سے

(ذرتے ہوئے)

وہ کوتوال ہیں

ڈائیں گے اور ماریں گے

نہیں حضور

پکڑتا ہوں اب سے کان اپنے

کہ اب میں شعر نہ لکھوں گا مشق کے دوران

مولانا سعد الدین (پیار سے گلے لگاتے ہوئے)

نہیں، نہیں

انہیں تم جانتے نہیں میٹے

بہت شفیق

بہت زرم دل کے انساں ہیں

ذرا چلو میرے ہمراہ

دیکھنا پھر تم

وہ تم کو دیکھ کے خوش ہوں گے

دیں گے کچھ انعام
 نہیں حضور نہیں
 مجھے فکر صرف اتنی ہے
 کہ والدہ نہ پریشان ہوں دیر ہونے سے
 مولانا سعد الدین:- انہیں میں بھیج کے قاصد خبر کرتا ہوں
 ابو الحسن:- (ادب سے سرجھ کر)
 حضور، جیسا بھی فرمائیں وہ مناسب ہے
 (روشنی بھتی ہے)



چوتھا منظر

(خواجہ اصیل کا مکان۔ خواجہ اصیل اور خواجہ عزیز الدین آمنے سامنے بیٹھے ہیں، مولانا سعد الدین ابو الحسن کو ساتھ لئے ہوئے داخل ہوتے ہیں، خواجہ اصیل استقبال کے لئے اٹھتے ہوئے، قاصد جو ساتھ آیا ہے دونوں ہاتھ سینے پر رکھ کر جھکتا ہے اور باہر نکل جاتا ہے)

خواجہ اصیل:- جناب..... آپ کو نا وقت دی ہے یہ زحمت

مولانا سعد الدین:- تکلفات میں پڑنا ہے آپ کی عادت
تعلقات میں زحمت ہے باعثِ رحمت

خواجہ:- جناب، آپ کے اخلاق اور مرمت کا جہاں میں شہر ہے
میں ایک بندہ ناچیز کیا کروں تعریف

مولانا سعد الدین:- مرے خیال میں یہ بات بھی ہے لایعنی

خواجہ عزیز الدین:- حضور.....

مجھ کو بھی ان سے یہی شکایت ہے
تکلفات میں پڑنا تو ان کی عادت ہے

مولانا سعد الدین:- (مکراتے ہوئے)

یہ خیر چھوڑیے

فرمائیے.....

میں حاضر ہوں

خواجہ عزیز الدین:- (بچہ کی جانب اشارہ کرتے ہوئے)

جناب.....

آپ کے ہمراہ ہے یہ بچہ کون؟

مولانا سعد الدین:- (مسکراتے ہوئے)

انہیں سے پوچھئے

تعریف ہیں یہ خودا پنی

خواجہ اصیل:- (بچہ سے) کھڑے ہو کس لئے بیٹھے

تم اس طرف بیٹھو

(ابوالحسن ادب سے ایک جانب بیٹھ جاتے ہیں، چہرے پر اب بھی خوف کے آثار ہیں، آنکھیں جھکی ہوئی ہیں)

خواجہ عزیز الدین:- (ابوالحسن سے)

جناب آپ ہی تعریف اپنی فرمائیں

ابوالحسن:- (پہلے ڈرتے ڈرتے استاد کی جانب دیکھتے ہیں، پھر جب انہیں مسکراتا

دیکھتے ہیں تو ادب سے کھڑے ہو کر)

ابوالحسن ہے مرانا م

ترک بچہ ہوں

خواجہ عزیز الدین:- بہت ہی خوب

مگر ترک کس قبیلے سے؟

ابوالحسن:- ترک لا چینی

مولانا سعد الدین:- جناب دخل ہے شعر و خن میں بھی ان کو

مری سمجھ میں تو ”غول غار“ یہ کچھ نہیں آتی

میں ان کو مشق کرتا ہوں خوش نویسی کی

تو وسیلیوں پر یہ اشعار اپنے لکھتے ہیں
خدا ہی جانے کہ یہ شعر کیسے کہتے ہیں؟

خواجہ اصیل:- عجیب بات ہے؟
اس کم سنی میں یہ عالم؟

مولانا سعد الدین:- مجھے بھی اس پر تعب ہوا خدا کی قسم
بہت سے بچوں کو اس سن میں میں نے دیکھا ہے
کہ شعر تو ہے کجا، بات کر نہیں سکتے
سلیقہ شعر سمجھنے کا ہے بہت دشوار
مگر انہوں نے تو اک شعر ایسا لکھا ہے
کہ جس کو دیکھ کر مجھ کو پسند آیا ہے

خواجہ عزیز الدین:- عجیب بات ہے مولانا
واقعی حیرت
خطاط معاف
مجھے تو یقین نہیں آتا

مولانا سعد الدین:- جناب مجھ کو بھی پہلے یقین نہیں آیا
مگر یہ کہتے ہیں
میں نے کبی ہیں کچھ غزلیں
میں ان کو ساتھ میں اپنے اسی لئے لایا
کہ ان کی طبع کا کچھ امتحان ہو جائے

خواجہ عزیز الدین:- (ادھر ادھر دیکھتے ہیں، خواجہ اصیل ان کا مطلب سمجھ کرتا ہی بجاتے ہیں ایک
خادم دست بستہ حاضر ہوتا ہے، وہ اسے ایک بیاض کی جانب اشارہ کرتے

ہیں، وہ کتابوں کے درمیان سے وہ بیانش انھا کر ادب سے دونوں بزرگوں
کے درمیان رکھ دیتا ہے اور واپس ہو جاتا ہے) خواجہ عزیز الدین بیانش
انھا کردیکھتے ہیں، اور ابوالحسن کی جانب بڑھاتے ہیں)

میاں.....

نایئے اشعار اس بیاض سے آپ

ابوالحسن:-

(ادب سے آگے بڑھ کر بیاض لے لیتے ہیں، اور اسے کھول کر ورقِ الٹتھ
ہیں پھر ایک نگاہ اپنے استاد مولانا سعد الدین کی جانب ڈالتے ہیں، وہ
آنکھوں سے پڑھنے کی اجازت دیتے ہیں۔ ابوالحسن ترجم سے شروع
کرتے ہیں۔ یہ غزل نسوانی آواز میں بیگ گراڈ سے۔ ابوالحسن کے
ہونوں کی جنبش کے ساتھ)

غزل

چلا ہوں راہِ طلب میں یہ سوچ کرتنا
کہ تو ہے عالمِ امکاں میں جلوہ گرتنا
نہ کوئی موں دیا اور نہ غمگسار کوئی
پھرا ہوں شہر تمنا میں در بدر تنا
یہ کیا کیا کہ مرادِ بھی تم نے توڑ دیا
بتاؤ اب میں جیوں کس امید پرتنا
تری نگاہِ محبت نے لاکھ کوشش کی
مرے نصیب نے رکھا مجھے مگر تنا

(غزل نے تینوں حضرات پر ایک غمِ انگیز جادو کر دیا، غزلِ ختم ہوتی ہے تو خواجہ اصلیل اور خواجہ عزیز
الدین اپنی آنکھیں رومال سے پوچھتے ہیں)

۱۔ فصحِ اکمل

خواجہ اصیل:- عجیب سحر ہے آواز میں

سبحان اللہ

خواجہ عزیز الدین:- سبحان اللہ

قسم خدا کی قیامت ہے ترک نو آواز

یہ دنواز تر نم

یہ دل نشیں آواز

خواجہ اصیل:- دراز عمر ہو

یہ حال جب ابھی سے ہے

خواجہ عزیز الدین:- سخن ہو آپ کا بالا

مری یہ خواہش ہے

کہ شعر گوئی کا بھی کچھ امتحان ہو جائے

مولانا سعد الدین:- یقین کے واسطے

کافی ہے شعر خوانی بھی

خواجہ اصیل:- ابھی یہ چھوٹے سے بچے ہیں

تھک گئے ہوں گے

خواجہ عزیز الدین:- (دعائیہ) خدا کرے کہ درخشاں ہو نیر اقبال

تمہارا نام رہے اس جہاں میں لاکھوں سال

(روشنی بجھتی ہے)

☆☆☆

پانچواں منظر

(عمادالملک کی حوالی۔ ایک نہایت بجے ہوئے کمرے میں جو خواب گاہ بھی ہو سکتا ہے ایک
مسہری پر بیگم امیر سیف الدین نیم دراز ہیں۔ امیر سیف الدین سامنے صوفہ پر آرام سے بیٹھے
ہیں)

بیگم امیر۔ دلی آئے سے ہمیں کتنے برس بیت گئے
اور برآئی نہ اب تک وہ مرے دل کی مراد
امیر سیف الدین۔ تم سمجھتی ہو کہ میں بھول گیا ہوں شاید
نہیں ہرگز نہیں۔ بیگم ہے مجھے یاد وہ سب
ابھیں اتنی ہیں ملتی نہیں مہلت مجھ کو
بیگم۔ وقت جاتے بھی کہیں وقت لگا کرتا ہے
امیر سیف الدین۔ اس کا احساس مرے دل کو بھی رہتا ہے مگر
بیگم۔ صرف احساس ہی بس.....؟
عمر ہے چار نفس
اور پھر عہدہ منصب ایسا
جس میں اک لمحہ فراغت کا میسر نہ ہوا
دلی آئے ہمیں کتنے برس بیت گئے
اور اک چھوٹا سا ارمان نہ نکلا میرا

امیر سیف الدین۔ تنبیہس حالات کی ہے مجھ سے زیادہ ہی خبر
ان دنوں مغلوں کی شورش سے زمانہ ہے دگر
مشکلیں بڑھ گئیں پھر ظلِ الٰہی کے لئے
جانتی ہوں کہ پریشان ہیں باوا بھی بہت
ہے تو عظمت کا نشان عہدہ ”راوت عارض“
بیگم۔

(”امیر کے نانا عما د الملک“ ”راوت عیارض“ کے عہدہ پر فراز تھے، ” ”راوت“ گجراتی میں
سوار کو کہتے ہیں۔ اس عہدہ پر کے فرائض یہ تھے کہ وہ شاہی سواروں کی نگرانی رکھیں اور اس کا خیال
رکھیں کہ ہر سوار کے پاس گھوڑا موجود ہے یا نہیں۔

اس کی دشواریاں باوا ہی سے پوچھھے کوئی
بات کرنے کی بھی ملتی نہیں مہلت ان کو
ہفتواں صورت کو میں خود ان کی ترس جاتی ہوں

امیر سیف الدین۔ مجھے بھی ان کی ضعیفی کا خیال آتا ہے
اتنی مصروفیت اور عمر کی ایسی منزل
جس میں آرام ضروری ہے ہر انسان کے لئے

ہاں مگر چیز ہے اک حقِ نمک خواری بھی
بیگم۔

امیر سیف الدین۔ بس یہی بات تو کرتی ہے مجھے بھی مجبور
ورنہ کیا تم سے کہوں میرا ارادہ کیا تھا

آخرش کچھ تو کہو۔ دل میں چھپاتے کیوں ہو۔؟
بیگم۔

امیر سیف الدین۔ کچھ نہیں اب تو اسے صرف ارادہ سمجھو
بیگم۔ اچھا اب یونہی سہی۔ کچھ تو کھلو

امیر سیف الدین۔ ”موسکن آباد“^۱ سے رخصت پر یہ تھا دل میں خیال
سر دربار یہ میں ظل الٰہی سے کہوں

اب مجھے رتبہ عالیٰ کی نہیں کوئی ہوں
وقت نے آپ کے قدموں پر جوڑ الاتھا مجھے
آپ نے ذرہ کو خورشید کیا خوب کیا
نہ کمی دولت وعزت میں کبھی آنے دی
میری پر دلیں میں ہر طرح سے تو قیر ہوئی
اب یہ ”تلوار“ امانت ہے مری نسلوں کی
آپ کے دست مبارک کو اسے سونپتا ہوں
میرے بیٹوں میں جو ہواں عطا اس کو کریں
اور دلیں مجھ کو اجازت کہ اب اس عمر میں کچھ
مالک کون و مکان کی بھی اطاعت کرلوں
آخری عمر میں کچھ لگ کے عبادت کرلوں

آخری عمر میں۔؟
واللہ ذرا پھر تو کہو۔

امیر سیف الدین۔ سانس کی آمد و شد پر ہے مدار ہستی
کس نے ناپا ہے بھلا زیست کے پیانے کو

بات یہ خوب نکالی مرے سمجھانے کو
بیگم۔

امیر سیف الدین۔ نہیں بیگم۔ نہیں یہ بات نہیں ہے ہرگز
دامنِ ظل الٰہی کی قسم کھاتا ہوں

۱۔ پٹیالی۔ امیر خسرو کا مولد ۲۔ ناصر الدین محمود (مدت حکومت میں سال چند ماہ)

اب خدا جانے میں کیوں جھگڑوں تک گھبرا تا ہوں
 تم کو کیا یہ بھی بتانے کی ضرورت ہے مجھے
 خود ہے اسلام میں کیا فرض سپاہی کے لئے؟
 مقصدِ نیک میں تلوار اٹھانا کیا ہے؟
 سرِ اعداء کو سردار سجانا کیا ہے؟
 فرض اب حق نمک ظلِ الٰہی کا ہے
 میری رُگ میں لہو ایک سپاہی کا ہے
 (اتنے میں ایک کنیز دست بستہ دروازے کے قریب آتی ہے اور اندر آنے کی اجازت مانگتی
 ہے)-

میں مخل ہونے کی چاہوںگی معافی پہلے
 کنیز۔

کہو کیا بات ہے۔ ناوقت یہ کیوں آتی ہو؟
 بیگم۔

بڑے سر کارنے بھیجا ہے مجھے
 کنیز۔

کیا وہ تشریف یہیں لا میں گے
 بیگم۔

یہی فرمایا تھا
 کنیز۔

کہو، ہم چشم براہ بیٹھے ہیں!
 بیگم۔

بہتر ہے حضور
 کنیز۔

(کنیز واپس جاتی ہے۔ ایک لمحہ بعد اعتماد الملک (بھاری بھر کم تن و تو ش) آہستہ آہستہ قدم
 اٹھاتے ہوئے کمرے میں داخل ہوتے ہیں۔ امیر سیف الدین اور بیگم امیر دونوں مودب
 کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اور ادب سے سلام کرتے ہیں)

اعتماد الملک:-

مجھے احساس ہے ناوقت مخل ہونے کا

بیگم امیر:-

میں تو دیدار کو دربار گئی تھی لیکن

اعتماد الملک:-

کیا کہوں ان دنوں حالات ہی کچھ ایسے ہیں

امیر سیف الدین:- انہیں حالات کا تھا ذکر ابھی
خود مجھے بھی نہیں فرصت ملتی

اعتماد الملک:-

یہ خبر مجھ کو ملی تھی کہ ہوتم بھی موجود
اس لئے اور بھی اس وقت یہاں میں آیا

امیر سیف الدین:- میرے لاٹ کوئی خدمت ہو تو فرمائیں آپ

اعتماد الملک:-

ماہ آئندہ سے مہلت نہ ملے گی تم کو
پایہ تخت کو درپیش ہیں ایسے حالات

امیر سیف الدین:- کیا کسی اور ہم پر مجھے جانا ہوگا؟

اعتماد الملک:- ہاں مجھے ایسا ہی معلوم ہوا ہے۔ شاید

امیر سیف الدین:- ہے مرے بارے میں کیا ظل الہی کا خیال؟

اعتماد الملک:- ابھی تفصیل کا تو علم نہیں ہے مجھ کو

خیر چھوڑو۔ اسے پھر اور کبھی دیکھوں گا

تم سے اس وقت تو کچھ اور ہی کہنا تھا مجھے

میری بیٹی کی ہے اک چھوٹی سی خواہش ہے

میری اپنی بھی یہ خواہش ہے۔ مگر کیا کرتا

وقت ہوتا تو یہ ارمان بھی پورا کرتا

امیر سیف الدین:- مجھ سے اس وقت اسی بات پر ناراض تھیں یہ

بیگم:- آپ سے اور میں ناراض ہوں۔ کیا میری مجال

اعتماد الملک:- (ہنستے ہوئے) وقت سے پہلے تو ممکن نہیں تکمیل خیال

امیر سیف الدین:- ان سے پوشیدہ نہیں جو بھی ہے ہم لوگوں کا حال

اعتماد الملک:- اب بناؤ نہ تقاضے کو تقاضاً شدید

کل کی رخصت بھی ہے اور یوم جمعہ۔ دن بھی سعید

کل، ہی دونوں بڑے بچوں کو کرالا و مرید

امیر سیف الدین:- آپ کا حکم سر آنکھوں پر مگر ہے یہ سوال

میری دانست میں بہتر ہے یہ بابا کا خیال

امیر سیف الدین:- میری خواہش تو تھی کچھ اور چلو یونہی سہی

اعتماد الملک:- میں سمجھتا ہوں جو ہے دل میں تمہارے خواہش

انتظام ایسا جو ہو جائے تو کیا کہنا تھا

سوچتا ہوں کہ۔ انہیں زحمت بے جادینا

ان کی تعظیم نہیں شامل گستاخی ہے

کاش پوری یا اگر سب کی تمنا ہو جائے۔؟

اعتماد الملک:- اپنی تقدیر پر جتنا بھی کریں ناز ہے کم

ہم پر سرکار نے فرمایا ہے اکثر یہ کرم

ہے منور یہ اسی نور سے ظلمت خانہ

۱۔ اعز الدین اور ابو الحسن (امیر خرد)

روشنی بخش ہیں محبوب الٰہی کے قدم

(اعتماد الملک اٹھتے ہیں۔ اور ان کے ساتھ سب لوگ کھڑے ہو جاتے ہیں پھر وہ آہستہ آہستہ قدم
اٹھاتے ہوئے باہر چلے جاتے ہیں۔)



چھٹا منظر

(اس منظر میں روشنی کے دائروں اور آواز کے ساتھ ادا یگی ہوگی)

(در بار محبوب الہی (سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین اولیا رحمۃ اللہ علیہ) محفل
سامع جاری ہے۔ قول دف پر نہایت نغمہ ریز آواز میں غزل گارہا ہے۔ سامعین پر کیفیت طاری
ہے۔ محبوب الہی رحمۃ اللہ علیہ سر بہزاد نوجبوہ افروز ہیں)

قول غزل

جزء سے کھلتے رہے کل بھی رہا نگاہ میں
کیف ہی کچھ عجیب تھا منزل لا الہ میں

(امیر سیف الدین اپنے بڑے بیٹے اعز الدین کا ہاتھ تھامے داخل ہوتے ہیں اور محبوب الہی
رحمۃ اللہ علیہ کے قریب ہی خاموشی سے بیٹھ جاتے ہیں۔ محفل سامع جاری رہتی ہے)

روح نشاطِ عشق کی اف یہ حیات پروری
ذرے بھی مہر و ماہ ہیں حسن کی جلوہ گاہ میں
حسن ترا جہاں جہاں جلوے ترے نظر نظر
لیکن رموزِ ذات خاص آئے کہاں نگاہ میں
ایک ادائے خاص سے کون یہ مسکرا دیا
منزليں گرد ہو گئیں جیسے میری نگاہ میں

(غزل ختم ہوتی ہے۔ سامعین ابھی تک اسی کیفیت میں ہیں۔ محبوب الہی سرمبارک

اٹھاتے ہیں اور نظر امیر سیف الدین پر پڑتی ہے۔ (موسیقی بدلتی ہے)

محبوب الٰہی:- کہواے ترک! بہت دن میں یہاں آئے ہو
نچے خوش حال تو ہیں؟
کیسی ہے بیٹی میری؟

امیر سیف الدین:- آپ کی نیک دعاؤں کے تصدق سرکار
خیریت سے ہیں سب اور آپ کو کہتے ہیں سلام
حاضری میں مری تاخیر ہوئی اب کے بہت
ان دنوں کا رہ شہی میں رہا ایسا مصروف
کسی خواہش کی بھی تکمیل نہ ہونے پائی
محبوب الٰہی
(رحمۃ اللہ علیہ)۔ بندگی کے لئے یہ شرط بھی لازم ہے میاں
رہو ہر حال میں راضی ہے رضاۓ معبد

امیر سیف الدین:- حق ہے فرمان یہ سرکار کا۔ کیا اس میں ہے شک
میری خواہش تھی کہ اب دونوں بڑے بچوں کو
آپ فرمائیں قبول اپنی غلامی کے لئے
محبوب الٰہی:- تم مگر لائے تو صرف ایک کو ہو

امیر سیف الدین:- دوسرا بھی در سرکار پہ حاضر ہے مگر
تیزی طبع سے میں اس کی بہت عاجز ہوں
کم سنی میں بھی وہ کرتا ہے کچھ ایسی باتیں
عرق آجائے بڑے بوڑھوں کی پیشانی پر
محبوب الٰہی:- تیزی طبع تو انسان کا جو ہر ہے امیر

امیر سیف الدین:- آپ کے سامنے کیا عرض کرے اب یہ فقیر

محبوب الہی تم پر بیشان نہ ہو کرتا ہوں میں اس کا اعلان
”مسکراتے ہوئے“

امیر سیف الدین:- آپ تو عالمِ احوال ہیں سب جانتے ہیں
وہ یہ کہتا ہے کہ ”ہو جاؤں میں کس طرح مرید
میرا اپنا تواب بھی کوئی ارادہ ہی نہیں“

(محبوب الہی:- ایک خادم کو کاغذ قلم لانے کا اشارہ فرماتے ہیں۔ کاغذ قلم آتا ہے اور محبوب الہی اس پر اپنے دستِ مبارک سے کچھ لکھتے ہیں۔ کاغذ واپس خادم کو دیتے ہوئے)

محبوب الہی:- ٹرکِ کمن۔ مرے دروازہ پہ بیٹھا ہے میاں
دے کے یہ رقعہ اگر آئے تو لے آؤ یہاں

(خادم جاتا ہے۔ اور تھوڑی دیر بعد ایک لڑکے (ابوالحسن) کے ہمراہ واپس آتا ہے) امیر سیف الدین-(ابوالحسن سے)

امیر سیف الدین:- منتظر سایہ دامانِ کرم ہے تیرا
خود ہی محبوب الہی نے بلایا ہے تجھے
اس سے بڑھ کر نہیں انسان کے لئے کوئی شرف
کیمیا گر کی نگاہوں پہ چڑھا آج خزف

محبوب الہی:- یہ مرے ٹرک کا ہے غمزہ اول شاید
کیا کہوں تم سے کہ کیا دیکھ رہا ہوں میں۔ امیر
وقت کو صدیوں ملے گی نہ کہیں اس کی نظیر

امیر سیف الدین:- آپ کا دُسِن کرم لطفِ نہایت آقا
 بُنھے سے ناچیز سے اس درجہ محبت آقا
 محبوب اللہی مل گیا تمکو خیالات پریشاں کا جواب
 (ابوالحسن سے)- درگہِ عشق سے احساسِ گریزاں کا جواب
 ابوالحسن:- (آگے بڑھ کر محبوب اللہی کے قدم چلاتے ہیں۔ اور پھر کھڑے ہوتے
 ہیں)

آنے والے کو کوئی روک نہیں سکتا ہے
 مل گیا آج مرے دیدہ ہجراءں کا جواب
 منتخب تھا میں ازل سے ہی غلامی کے لئے
 صحیح امید ہوئی شام پریشاں کا جواب
 (ابوالحسن کی پیشانی کو بوسہ دیتے ہیں۔ اور آب دیدہ ہو جاتے ہیں)
 محبوب اللہی:-

کیا کہوں تم سے کہ ہر سمت عجب جلوہ ہے
 سچ کہا تم نے ذرا پھر سے یہ اک بار کہو
 آنے والے کو کوئی روک نہیں سکتا ہے
 مل گیا آج مرے دیدہ ہجراءں کا جواب
 (محبوب اللہی پھر سربہ زانو ہو جاتے ہیں۔ محفل برخاست ہوتی ہے۔ امیر سیف الدین
 خوشی خوشی دونوں بچوں کو واپس لاتے ہیں۔)



ساتوال منظر

(اعتماد الملک کی حویلی۔ بیگم امیر سیف الدین بے قراری کے عالم میں ٹہل رہی ہیں۔ اتنے میں قدموں کی آہٹ ہوتی ہے اور امیر سیف الدین دونوں بچوں کو لئے ہوئے داخل ہوتے ہیں ابو الحسن (امیر خرسو) پر عجیب کیفیت طاری ہے۔ وہ ایک عالمِ رقص میں ماں سے لپٹ جاتے ہیں اور جھوم جھوم کر گارہے ہیں۔)

ابو الحسن (امیر خرسو): - آج رنگ ہے

اے ماں رنگ ہے

مورے محبوب کے گھر رنگ ہے

بھن ملا دوارے۔ بھن ملا دوارے

مورے گھر آج رنگ ہے

آج رنگ ہے

مو ہے پیر پائیون نجام الدین اولیاء (رحمۃ اللہ علیہ)

نجام الدین اولیاء۔ نجام الدین اولیاء

اے ماں رنگ ہے

نجام الدین اولیاء جگ اجیارا

جگ اجیارا۔ وہ تو جگ اجیارا

اے ماں رنگ ہے

آج رنگ ہے ماں۔ رنگ ہے

(موسیقی کی دھن بدلتی ہے)

بیگم امیر-(امیر سے) دیکھئے آج مرے لال کو ہے کیسی خوشی
رنگ ہر چیز کا بدلا نظر آتا ہے اسے
وقت کس رخ سے یہ آئینہ دکھاتا ہے اسے

امیر سیف الدین:- کرم خاص ہو محبوب الہی کا جہاں
ذرے خورشید کے ہم دوش نظر آئیں وہاں

اس میں کیاشک ہے کرم ان کا بہت ہے ہم پر بیگم-

امیر سیف الدین:- آج تو لطف و کرم بڑھ گیا حد سے اپنی
ضد یہ تھی اس کی نہ جائیں گے بغیر طلبی
کیے ہو جائیں مرید اپنے ارادے کے بغیر
میں نے ہر چند کہا۔ پر یہ نہ مانا ہرگز
چھوڑ کر مجھ کو یہ درگاہ کے باہر شہرا

اس کی افتادِ طبیعت سے میں واقف ہوں۔ کہو بیگم-

امیر سیف الدین:- کیا کہوں دل میں ہی ارمان رہا جاتا تھا
بار بار اسکو بڑا بھائی بھی سمجھاتا تھا
آخرش ساتھ بڑے کے میں قدم بوس ہوا
واقعہ اس کا جو گذرا تھا وہاں عرض کیا

شوخی طبع کا یہ رنگ تھا گستاخانہ بیگم-

امیر سیف الدین:- مدعا اس کا جو تھا کشف سے سمجھے حضرت
آخرش آپ نے دی دستِ کرم کو زحمت
خادم خاص کو دی ایک رباعی لکھ کر

وہ ربانی ہوئی پر وات رامت اس کو
اندر آنے کی ملی گویا اجازت اس کو
دیکھ کر اس کو ہوا لطف و کرم اور فزون
لب پاکیزہ کا ارشاد میں کیا تم سے کہوں

جو بھی ارشاد ہوا ہے وہ سناؤ مجھ کو - بیگم-

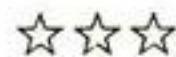
امیر سیف الدین:- دیکھتے ہی اسے سرکار نے فرمایا تھا
”کیا کہوں تم سے کہ کیا ذکیحہ رہا ہوں میں امیر
وقت کو صدیوں ملے گی نہ کہیں اس کی نظری“

”مومن آباد“ کے مجدوب کا ہے یاد بیاں - بیگم-

امیر سیف الدین:- یاد ہے مجھ کو وہ سب یاد ہے اب تک بیگم
بلخ کے دیکھے ہوئے خواب بھی یاد آتے ہیں
دیکھنا زندہ رہو تم تو عروج اس کا کبھی
ہمسر عرش وہ تخلیل ہوئی آج کے دن
میری خواہش کی تو تکمیل ہوئی آج کے دن

(امیر سیف الدین آہستہ آہستہ قدم اٹھاتے ہوئے باہرنگل جاتے ہیں)

(پردہ گرتا ہے)



دوسرا ایکٹ

(2nd Act)

پہلا منظر

(ہندوستانی رقص۔ تین لڑکیاں رقص کر رہی ہیں۔ ایک لڑکی آگے نکلتی ہے اور گیت (امیر خرد کی کہہ مکر نیاں) کے بول کہتی ہے۔ باقی دو لڑکیاں صرف سوالیہ مکڑا آگے بڑھا کر اٹھاتی ہیں۔ اور پھر پچھے ہٹ کر رقص کرنے لگتی ہیں)

لڑکی:- (جو آگے نکل کر آتی ہے)

سگری رین مورے سنگ جا گا
بجور بھئی تو بچھرن لا گا!
اس کے بچھڑے پھانٹ ہیا!

باقی دو لڑکیاں۔ (آگے بڑھ کر)

اے سکھی ساجن؟

لڑکی۔ (انکار میں سر ہلا کے) - نا سکھی - دیا۔
(رقص)

بن میں رہیں وہ تر چھے کھڑے
دیکھے سکی میرے پچھے پڑے
ان بن میرا کون ہوال

باقی دو لڑکیاں۔ اے سکھی ساجن؟

لڑکی۔ نا سکھی - بال

(قص)

لڑکی:-

وہ آؤے تب شادی ہوئے
اس بن دو جا اور نہ کوئے
میٹھے لاگیں واکے بول

باقی دو لڑکیاں:- اے سکھی ساجن۔؟

لڑکی:-
نا سکھی - ڈھول

(قص)

(قص کے دوران ہی گلے میں ایک ڈھول لٹکائے ایک نوجوان دیہاتی لباس میں رقص کرتا ہوا آتا ہے۔ باقی دونوں لڑکیاں گھبرا کر پیچھے ہٹ جاتی ہیں اور آہستہ آہستہ دوسرے دروازہ سے باہر نکل جاتی ہیں۔ صرف رقص کرنے والی ایک لڑکی حیرت زدہ کھڑی رہ جاتی ہے) (موسیقی بدلتی ہے)

نوجوان (لڑکی سے)۔ تو نے اتنی دیر سے سب کو ناقچ بہت نچایا
گیت کے ایسے بول سنائے کوئی بوجھ نہ پایا
جانتا ہوں میں ٹھیک سے تجھ کو تو ہے چپل چھوری
اب بوجھ پیلی موری

لڑکی:-

گیت کے بول جو سن کر تجھ کو اتنا غصہ آیا
جانتی ہوں میں ٹھیک سے تجھ کو تو ہے نٹ کھٹ چھورا

نوجوان:-

باتیں مت کر ادھر ادھر کی بوجھ پیلی موری
تو بول کہے۔ تو بوجھوں

لڑکی:-

ترو سے اک تریا اتری اس نے بہت ریجھایا
نوجوان:-

باپ کا اس کے نام جو پوچھا آدھانام بتایا

آدھانام پتا پیارا

بوجھ پیلی موری

لڑکی (سوچنے کے بعد)

امیر خسر و یوں کہیں اپنے نام بنوری

نوجوان (حیرت سے) تو ہے جتنی چنگل چھوری اتنی ہی گن وان بھی ہے
 اتنی کٹھن پیلی تو نے آن کی آن میں بوجھی
 تو نے اتنے بول کہے اور مجھ کو ایک نہ سوچھی
 خرسو جیسا بانکا شاعر تجھ کو دیکھ جو پائے
 تجھ جیسی گن وان پہ اپنے سارے بول لثائے
 روپ کا تیرے گھر گھر چڑھا گیتوں سے ہو جائے

لڑکی:-
 چل چل اپنی راہ لے چھورے۔ مجھ پہ نہ مسکہ مار
 تو کیا جانے میں نے ان کو دیکھا کتنی بار

نوجوان:-
 سچی بات کہی ہے میں نے اس کو نہ مسکہ جان
 دیکھ کے تجھ کو دل والوں کے اڑتے ہیں اوسان
 روپ کی مار کو تو کیا جانے تو بھولی نادان

لڑکی.-
 چل چل اپنی راہ لے چھورے۔ مت کھا میری جان

نوجوان:-
 میری بات پہ غصہ مت کر چج ہے میری مان
 خرسو کے ہر گیت کی جیسے مجھ پر ٹوٹے تان

لڑکی:-

گاؤں گاؤں نام ہے اُن کا اُتم ان کا گیان
رلجہ پر جا سب ہی اُن پر ہوتے ہیں قربان
سب کے پیارے سب کے چھیتے وہ ہیں بہت مہان

بانگی چھب، لبیلی باتیں، میٹھے میٹھے گیت

نوجوان:-

تجھسی کتنی چھوریاں ان سے کرنے لگی ہیں پریت

لڑکی:- (اداسی سے) مجھسی کتنی چھوریاں ان سے کرنے لگی ہیں پریت
بانگی چھب، لبیلی باتیں، میٹھے میٹھے گیت
میرا ان کا میل بھی کیا ہے وہ گیانی گن وان
اوپنچھے کل میں جنم ہوا ہے اوپنچا ان کا مان
آتے جاتے ان کو نہاروں گاؤں ان کے گیت
لا کہہ جنم میں سچھل نہ ہوگی ان سے میری پریت

(لڑکی آہستہ آہستہ باہر نکل جاتی ہے۔ نوجوان کھڑا پلکیں جھپکاتا رہ جاتا ہے)



دوسرامنظر

(بازار۔ ایک نانبائی کی دوکان۔ لوگ آجارتے ہیں۔ نانبائی کی دوکان پر ایک خوبصورت نوجوان (حسن دہلوی) بیٹھا روٹیاں تول تول کر لوگوں کو دے رہا ہے۔ اتنے میں ایک اور خوبصورت نوجوان شاعرانہ وضع میں دوکان کے سامنے آ کر شہر جاتے ہیں۔ اور نوجوان کو مشتاق نظر وہ سے دیکھنے لگتے ہیں)

حسن دہلوی:- اتنی حیرت سے یہ کیا دیکھ رہے ہیں سرکار
نقد کچھ پاس اگر ہو تو ادھر رکھ دیجے
روٹیاں حصہ طلب آپ کو دیدی جائیں

امیر خرو:- (ایک آہ سرد کے ساتھ)
میری حیرت کا سبب پوچھنے والے تو نے
قاعدہ سے کبھی آئینہ بھی دیکھا ہوتا

حسن دہلوی:- آئینہ۔
آئینہ روز ہی میں دیکھتا ہوں
چھوڑیے۔ آپ کو کیا چاہئے بتلائیں مجھے

امیر خرو:- مجھ کو کیا چاہئے۔ میں کس طرح بتلاؤں تمہیں

حسن دہلوی:- وقت ضائع نہ کریں آپ مرا باتوں میں
نقد کچھ پاس اگر ہو تو ادھر رکھ دیجے
روٹیاں حصہ طلب آپ کو دیدی جائیں

- نقد اکر پاس نہیں ہے تو پکڑ یے رستہ
بے سبب بالتوں سے نقصان مرا ہوتا ہے
امیر خرو:-
مفلسوں کو یونہی مایوس کیا کرتے ہو۔؟
- حسن دہلوی:-
نہیں ایسا تو نہیں!-
- امیر خرو:-
مجھے بالتوں سے تو احساس یہی ہوتا ہے
- حسن دہلوی:-
میں نے تو ایسی کوئی بات نہیں کی شاید
- امیر خرو:-
طلب نقد کا تم نے جو اٹھایا تھا سوال
- حسن دہلوی:-
مال سے جنس بدلتی ہے کہیں جنس سے مال
- امیر خرو:-
طلب نقد کا بے جا تو نہیں میرا سوال
- حسن دہلوی:-
بات معقول سہی۔ پھر بھی بتادو اتنا
- امیر خرو:-
مفلسوں سے ہے یہ دستور تمہارا کیسا۔؟
- حسن دہلوی:-
آپ صورت سے تو مفلس نہیں لگتے مجھ کو
- امیر خرو:-
صرف صورت کے پرستار نظر آتے ہو
- حسن دہلوی:-
صاحب سیرت و کردار کوئی ہو تو سہی
- امیر خرو:-
تمہیں اب تک نہ ملا صاحب کردار کوئی
- حسن دہلوی:-
کیوں نہیں سینکڑوں ہیں صاحب کردار مگر
- امیر خرو:-
مگر۔؟

حسن دہلوی:-

بات سے بات انکلتی ہی پلی جائے کی
وقت بازار کا ہے بہیز نریداروں کی

بھوک میں فلفہ اچھا بھی نہیں لگتا ہے
روٹیاں شہریے میں آپ کو دیتا ہوں ابھی

بات سے بات تو خود تم نے نکالی ہے میاں

(حسن دہلوی خریداروں کو روٹیاں دیتے ہیں۔)

امیر خرسرو:-

آپ دو چار گھنٹی بیٹھ کے کیجیے آرام
گاہوں سے میں نپٹ لوں تو کروں آپ سے بات

حسن دہلوی:-

(امیر خرسرو ایک طرف بیٹھ جاتے ہیں۔ تھوڑی دیر میں خریدار روٹیاں لے کر چلے جاتے ہیں حسن
اطمینان سے بیٹھتے ہوئے۔)

حسن دہلوی:-

آپ کی باتوں کے اسرار نہیں مجھ پہ کھلے
صاف کہئے کہ طلب کس کی یہاں لائی ہے؟

امیر خرسرو:-

نقد کچھ پاس نہیں تم سے کہوں میں کیسے
لائی ہے کس کی طلب صورتِ مفلس مجھ کو

حسن دہلوی:-

روٹیاں میں نے بچا رکھی ہیں گھبرا میں نہ آپ
نقد اگر پاس نہیں ہے۔ تو دعا دیجئے گا

امیر خرسرو:-

جانے مفلس کی دعاؤں میں اثر ہو کہ نہ ہو

حسن دہلوی:-

میرا ایمان ہے مفلس کی دعاؤں پہ جناب

امیر خرسرو:-

جانتا ہوں کہ محض تم ہو طلب گارِ ثواب

دونوں دنیاوں کا کرتے ہو یہاں تم سودا

حسن دہلوی:-

تیں بُختا ہوں سی کا بھی نہیں اس میں زیاد
کسی دنیا کا بھی سودا نہیں ہوتا ہے یہاں
دوسری باتوں میں کیوں آپ ابھتے ہیں بیان
اپنے ہی حاصلِ مطلب کو کریں آپ یہاں

کیا کہوں تم سے مرا حاصلِ مطلب کیا ہے؟
کاش محسوس کرے مجھ کو طلب ہے جس کی

حسن دہلوی:-

آپ مجنوں ہیں کہ شاعر ہیں نہیں کھلتا صاف
آپ کو کس کی طلب ہے یہ مجھے کیا معلوم

امیر خرو:-

آپ کے حق میں دعا کرنا پڑے گی - مجھ کو
جلد تر آپ کا وہ حاصلِ مطلب مل جائے
وصل سے جلد بدل جائیں یہ لمحات فراق
آپ کے گلشنِ امید کا ہر گل کھل جائے

امیر خرو:- آمین، آمین

(امیر خرو ایک نگاہ یاس سے حسن کو دیکھ کر آگے بڑھ جاتے ہیں، پٹ کر دیکھتے بھی جاتے ہیں)



تیسرا منظر

(درگاہ حضرت محبوب الہی رحمۃ اللہ علیہ۔ امیر خرواداں بیٹھے ہیں، محبوب الہی مراقبہ سے سراٹھاتے ہیں۔)

محبوب الہی:- تمام باتیں ہیں منجائب خدا خرو دلوں کے راز بھی ہیں اس پہ آئینہ خرو ملوں ہونے سے دل کی کلی نہیں کھلتی خدا سے مانگو تو کیا شے یہاں نہیں ملتی

امیر خرو:- (سر و قد کھڑے ہوتے ہیں اور محبوب الہی کے قدموں کا بو سہ لے کر بیٹھ جاتے ہیں آنکھوں سے آنسو روواں ہیں۔)

محبوب الہی:- حضور آپ سے مخفی نہیں مرا احوال فقیر راہ کو کرتے ہیں آپ مالا مال حضور ہی کے کرم سے حیات ہے میری وسیلہ آپ کا ہی بس نجات ہے میری بہت دنوں سے سنائی نہیں ہے تم نے غزل

امیر خرو:- حضور حکم تو فرمائیں۔ پیش کرتا ہوں

محبوب الہی:- غزل تمہاری فراق و وصال کی تصویر عروج فن کی ہے اونچ کمال کی تصویر

حضور آپ کے در کا میں ذڑہ ناچیز امیر خرو:-

زمانہ کہتا ہے خورشید بے مثال مجھے
نگاہ آپ کی ہے عزتِ کمال مجھے

محبوب الہی:- غزل جو تازہ کہی ہو سناؤ تم مجھ کو

امیر خرو:- میں عرض کرتا ہوں تازہ غزل کے ہی اشعار

(امیر خرو پر سوز آواز میں غزل شروع کرتے ہیں۔ موسيقی بدلتی ہے)

غزل

موسمِ گل میں بھی ہے مجھ سے مرا یارِ جدا ہو سکوں کیسے کہ جب دل سے ہے دلدارِ جدا
بھری برسات میں یہ عالمِ رخصت دیکھو میں جُد اگر یہ کناں ابرِ جُد ایا رِ جُد
بزرۂ گل پہ جوانی ہے مگر ہائے نصیب بلبلِ زار سے ایسے میں ہے گزارِ جُد
میں تو اک عمر رہا تھا تری زلفوں کا اسیر کس طرح تو نے اچانک کیا اے یارِ جُد
حسن کا اس کے ازل سے ہوں محافظِ خرو
پھول سے رہ نہیں سکتا ہے کبھی خارِ جُد

(غزل ختم ہوتی ہے۔ اور دوسرے دروازہ سے حسن دہلوی داخل ہوتے ہیں آتے ہی سب سے
پہلے محبوب الہی کی قدم بوسی کرتے ہیں۔ جب اٹھتے ہیں تو ان کی نظر امیر خرو پر پڑتی ہے۔ وہ
حیران کھڑے رہ جاتے ہیں۔ موسيقی بدلتی ہے)

حسن دہلوی:- یہاں بھی کھینچ کے لے آیا مدعائے دل۔؟
یقین ہے مجھ کو کہ مل جائے گی تمہیں منزل
وہ خالی جا نہیں سکتے یہاں جو آتے ہیں
تمام لوگ مراد یہاں سے پاتے ہیں

۱۔ ترجمہ غزل فارسی امیر خرو
ع: ابرمی بار دومن می شوم از یارِ جُد

محبوب الہی:-

حسن دہلوی:-

ہمارے خرو سے کیا پہلے مل چکے ہو تم

(حیرت تے) ہمارے خرو سے :-

تو کیا یہی ہیں وہ مشہور ابو الحسن خرو

غزل سے جن کی تڑپ اٹھتے ہیں بھی کے دل

تمہارا ان کا تعارف نہیں تھا پہلے سے؟

محبوب الہی:-

حسن دہلوی:-

حضور- ان کی غزل پر تو جان دیتا ہوں

بہت زمانے سے میں غائبانہ شیدا ہوں

تعارف ان سے- مگر !

عرض کرنہیں سکتا !

عجیب حال میں مجھ کو ملے تھے یہ پہلے

محبوب الہی:-

امیر خرو:-

حضور آپ پہ سب حال میر اروشن ہے

سمجھ رہا تھا تمہارے ملاں کا باعث

حسن بھی اپنے ہیں اور تم بھی میرے اپنے ہو

تمہارا حال جو ہے ان کا حال ہو جائے

محبوب الہی:-

تعلق آج سے یہ لازوال ہو جائے

(امیر خرو اٹھ کر محبوب الہی کے قدموں پر سر کھدیتے ہیں۔ حسن کی بھی آنکھوں سے آنسو رواں

ہیں۔ محبوب الہی اٹھ کر حجرہ میں تشریف لے جاتے ہیں اور پھر یہ دونوں بھی باہر نکل جاتے ہیں۔)

☆☆☆

چوتھا منظر

(در بار غیاث الدین بلبن۔ جشن فتح سلطان محمد قا آن۔ بغراخاں اور دوسرے شہزادے اور امراء اپنے اپنے منصب کے اعتبار سے بیٹھے ہیں۔ امیر خرد بھی ایک نمایاں جگہ بیٹھے ہیں۔ رقص کی محفل جاری ہے)

روشنی لے کے نئی شمع حیات آئی ہے
رقصہ۔
آج ہر سمت ستاروں کی برات آئی ہے
دل سے اک خارِ بغاوت کی کھٹک دور ہوئی
مسکراتی ہوئی یہ فتح کی رات آئی ہے

بوئے گل رقص میں ہے بادِ صبار قص میں ہے
گنگناتی ہوئی رنگیں فضا رقص میں ہے
باندھ کرتاروں کی پازیب گھٹا رقص میں ہے
گیت کی گت پہ رائیک شوخ ادار رقص میں ہے
بوئے گل رقص میں ہے۔ بادِ صبار قص میں ہے
آج ہر دل کی کھلیں جشن طرب سے کلیاں
بام و در جھوم اٹھے ناق اٹھی ہیں گلیاں
ایسا لگتا ہے کہ ہر دستِ دعا رقص میں ہے

بوئے گل رقص میں ہے۔ بادِ صبار قص میں ہے
। (غیاث الدین بلبن نے قصر سفید میں اپنی تاج پوشی کے بعد یہ پہلا جشن فتح منایا تھا۔ طغرل نے لکھنوتی میں جو ہنگامہ اٹھا کر کھا تھا یہ اس کے دفعیہ کے بعد منایا گیا تھا۔)

(رقص ختم ہوتا ہے۔ موسیقی بدلتی ہے)

غیاث الدین بلبن:- رقص سے آج فضاؤں میں وہ چھایا ہے سرور
مابدولت کی طبیعت بھی ہوئی ہے مسرور
جومرے زیپ گلو تھی وہ طلائی زنجیر
آج انعام میں یہ تجھ کو عطا ہوتی ہے
(گلے سے سونے کی ایک زنجیر اتار کر رقصہ کو دیتا ہے۔ رقصہ ادب سے شاہی آداب
بجالاتی ہے)

بغراخا:- آج دربار میں حاضر ہیں بہت سے شاعر
سب کی خواہش ہے کہ اس جشن طرب میں وہ بھی
سر دربار کریں پیش کلام تازہ!

غیاث الدین بلبن:- مابدولت کی بھی خواہش تھی یہی
سب لوگ:- ہم سمجھی کرتے ہیں تا سید اس کی

بغراخا:- آج کی بزم کی زینت ہیں بہت سے شاعر
ایک سے ایک ہے یاں فنِ خن میں کیتا
ان کے ہی دم سے یہ گلزارِ خن تازہ ہے
فکر سے ان کی خیالوں کا چمن تازہ ہے

غیاث الدین بلبن:- سامنے حب مراتب رکھے اب شمع نقیب
(نقیب شمع محفل سب سے پہلے حسن دہلوی کے سامنے رکھتا ہے۔ حسن پر سوز آواز میں غزل شروع
کرتے ہیں۔ موسیقی بدلتی ہے) غزل حسن دہلوی

نگہبہ عشق کے اسرار وہ کیا سمجھیں گے
 ہم ہیں کیوں طالب دیدار وہ کیا سمجھیں گے
 عشق محدود ہے جن کا ابھی افسانوں تک
 کون آیا تھا سردار وہ کیا سمجھیں گے
 سب لوگ:- واہ- واہ- سبحان اللہ

(نقیب شمع اب عارف عبدالحکیم کے سامنے رکھتا ہے وہ تحت میں
 غزل شروع کرتے ہیں۔ صحن بدلتی ہے)

غزل

عارف عبدالحکیم:- ہم اپنے دل کو وفا یوں سکھائے جاتے ہیں
 فساتہ غم ہستی نائے جاتے ہیں
 (سب لوگ سیلیقے سے داد دیتے ہیں)
 ہمارے دل کا اگر خون ہو گیا تو کیا
 تمہیں تو طرزِ تمنا سکھائے جاتے ہیں
 تمہاری راہ میں پرباد ہونے والوں پر
 بقا کے پھول ہمیشہ چڑھائے جاتے ہیں
 (نقیب اب شمع محفل صدر الدین عالیٰ کے سامنے رکھتا ہے۔ وہ ترمیم سے غزل شروع
 کرتے ہیں۔ موسیقی بدلتی ہے)

غزل

صدر الدین عالی:- نظر کی شمع دلوں میں جائی باتی ہے

یہ بات بڑھتی نہیں ہے بڑھائی جاتی ہے

سب لوگ:- واه-واہ- سبحان اللہ

وہ بات کیا ہے میں خود بھی بتانہیں سکتا

غم حبیب میں جوبات پائی جاتی ہے

بھلا ہو جو رو تغافل کا اب تو صبح و شام

سلام کرنے انہیں بے وفائی جاتی ہے

(سب لوگ نہایت سلیقے سے داد دیتے ہیں۔ نقیب شمع اب امیر خررو کے سامنے رکھتا ہے۔ اسی کے ساتھ بغراخاں اپنی جگہ پر کھڑا ہوتا ہے) (موسیقی بدلتی ہے)

بغراخاں:- چند جملوں کی اجازت مجھے بخشی جائے

معدرت خواہ ہوں بے وقت مخل ہونے پر

سامنے جس کے ہے اب شمع سخن میں اس کا

چاہتا ہوں کہ یہاں سب سے تعارف ہو جائے

غیاث الدین بلبن:- ما بدولت کو یقین ہے کہ سخن فہم ہو تم

بے سبب تم نہیں کرتے ہو کسی کی تعریف

بندہ آداب بجالاتا ہے اس عزت پر

عرض کرتا ہوں جو ہے حاصل مطلب میرا

شخصیت ان کی ہے خورشید درخشاں کی طرح

آج ہم پایہ نہیں کوئی بھی شاعر ان کا

روشنی فکر میں اشعار میں زنگیں ہے

مثنوی ہو کہ قصیدہ ہو ربائی کے غزل
آج کے عہد میں ممکن ہی نہیں ان کا بدل
عالم ہفت زبان، ماہر موسیقی ہیں
ہند سے پیار ہے اور ہندی زبان کے عاشق
آج ہیں سب سے زیادہ یہی محبوب عوام
لوگ تحفون میں دیا کرتے ہیں اب ان کا کلام

سب لوگ:- ہم بھی آپ کے اوصاف سے واقف ہیں جناب

سلطان محمد قا آن:- اک زمانے سے میں مشتاقِ زیارت تھا مگر
دلی آنے کی نہیں ملتی تھی مجھ کو مہلت
واقعی لاک تعریف ہے ان کی ہستی
یاد ہیں مجھ کو زبانی کئی غزیں ان کی

بغراخا:- شمع اب سامنے ہے خوب سنیں ان سے کلام

امیر خرو:- عزت افزائی کا اس درجہ نہیں اہل مگر
کرم خاص سمجھتا ہوں یہ بغراخا کا
عرض کرتا ہوں غزل۔ لیجئے سماعت فرمائیں

(امیر خرو پر سوز آواز میں غزل شروع کرتے ہیں۔ موسیقی بدلتی ہے)

غزل

کافرِ عشق ہوں ایماں مجھے درکار نہیں	تارگ رگ ہے مجھے حاجت زنا ر نہیں
اٹھ بھی جا اب مری بالیں سے طبیب ناداں	چارہ ہجر بجز صورت دیدار نہیں
۱۔ کافرِ عشقِ مسلمانی مراد رکار نیست	ہرگ من تارگ شہ حاجت زنا ر نیست

سر بazar طلب ہم سے وفاداروں کو مژده قتل تو ہے مژده دیدار نہیں
 تازہ رکھتی ہے مرے سینے لو داغوں لی بہار سینہ مشق کم از رتبہ گلزار نہیں
 بت پرستی کا جو الزام ہے مجھ پر خرو
 خلق نافہم سے کچھ مجھ کو سرو کار نہیں
 (موسیقی بدلتی ہے)

سلطان محمد قاؤن:- اللہ اللہ یہ انداز غزل گوئی کا
 بات سچ ہے کہ نہیں آج کسی کو حاصل
 (پھر بہت آہستہ سے)

ایک مدت سے یہ ارمان تھا میرے دل میں
 کاش زینت مرے دربار کی تم سے ہوتی
 خیر- کوشش تو کروزگا کہ ہواں کی یتکمیل

غیاث الدین بلبن:- نہیں انعام فراوان سے نوازا جائے
 مابدولت کا بہت خوش ہوا ہے ان سے دل

(دربار میں خاموشی سے۔ غیاث الدین بلبن اٹھتا ہے۔ اور جشن فتح کی یہ تقریب ختم ہوتی ہے)



پانچوں منظر

(سلطان۔ دربار خاص سلطان محمد قاآن۔ سلطان محمد غضب کے عالم میں ہے دو ایک مصاحب
سر جھکا کے خاموش کھڑے ہیں۔ سامنے حسن دہلوی مجرموں کی طرح کھڑے ہیں)
سلطان محمد قاآن:- (غضب سے)

آج میں فیصلہ آخری کرہی دونگا
(وقفہ)

بات جا پہوچی ہے ملتان کے بازاروں تک
ظرکے تیروں کی زد پر ہے حکومت میری
آج کس موڑ پہ لائی ہے مرودت میری؟
آج میں فیصلہ آخری کرہی دونگا
حسن دہلوی:- سرتسلیم ہے خم حکم جو فرمائیں آپ

سلطان محمد قاآن:- میرے دربار سے خرسو کو وہی نسبت ہے
جو انگوٹھی کو گنگینے سے ہوا کرتی ہے
میری برداشت سے باہر ہیں یہ اب ظرکے تیر
ایسی باتوں سے رعیت میں نہ ہو جاؤں حقیر
تم کو سمجھایا گیا چار برس میں سوبار
آخری بار کی مہلت کو بھی دن بیت گئے
اس میں خرسو کی نہیں میری بھی بدنا می ہے

حسن دہلوی:-

آپ کے حکم سے سرتاہی۔ نہیں میری مجال
 کیا کروں جبر طبیعت پہ بہت کرتا ہوں
 لیکن اس سمت سے ہٹتا ہی نہیں میرا خیال
 طنز کے تیروں سے چھلنی ہے مرا بھی سینہ
 روک کر راہ میں اب لوگ یہ کرتے ہیں سوال
 ”کہو۔ خرود سے تعلق کی حقیقت کیا ہے؟“
 کیسے سمجھاؤں انہیں میں کہ محبت کیا ہے

سلطان محمد قاآن:- آج تک میں نے نہیں کی شعرا، کی تو ہیں
 جانتے ہو! مجھے بھی ان سے محبت ہے بہت
 صرف اسی واسطے ہے جرأت تاویل تمہیں
 سب بتادیگی بس اک حکم کی تعییل تمہیں

حسن دہلوی:- سرتسلیم ہے خم حکم جو فرمائیں آپ

سلطان محمد آقا:- آج اک فیصلہ آخری کرنا ہے مجھے
 عمر بھر کے لئے اس زخم کو بھرنا ہے مجھے

حسن دہلوی:- آپ سے زخم یہ شاید نہ بھرا جائے گا

دور تک قصہ اربابِ وفا جائے گا

سلطان محمد قاآن:- (زور سے تالی بجا تا ہے۔ غصہ سے چہرہ سرخ ہو رہا ہے)
 سر دربار ہے اب جرأتِ گستاخی بھی
 دیر کس بات کی ہے جلد سزا دی جائے
 جسم کی دروں سے سب کھال اڑادی جائے

(تالی کی آواز کے ساتھ ہی ایک تازیانہ بردار آ کر ایک طرف کھڑا ہو جاتا ہے۔ جیسے ہی سلطان کی بات ختم ہوتی ہے وہ تازیانہ ہوا میں لہراتا ہے اور حسن کو مارنا شروع کر دیتا ہے۔ حسن تازیانے کی ضریب اپنے ہاتھوں میں پروکتے ہیں۔ لیکن زبان سے اف نہیں کرتے۔ اتنے میں ایک چوبدار آ کر سامنے ادب سے کھڑا ہو جاتا ہے۔)

چوبدار:-

ملک الشعرا، گھبرے ہوئے آتے ہیں
باریابی کی اجازت کے طلب گار ہیں وہ
سلطان قاآن:- زیابی کی یہ نا وقت اجازت کیسی؟
خیر آنے دو انہیں۔ کہنا اجازت ہے تمہیں
(چوبدار جاتا ہے)

سلطان محمد قاآن:- (خود اپنے آپ سے)

راز میں رکھی تھی میں نے تو حسن کی طلبی
سخت حیرت ہے مجھے ان کو خبر کیسے ہوئی
(پھر تازیانہ بردار سے)

روک لو ہاتھ کو۔ بس کافی ہے یہ ان کے لئے
اپنے ہمراہ یہاں سے انہیں لے جاؤ اب
دوسرے حکم تک آرام سے رکھنا ان کو

(تازیانہ بردار حسن کو لے کر جاتا ہے۔ دوسرے دروازہ سے امیر خسرو داخل ہوتے ہیں)

امیر خسرو:- (فریاد کے لمحے میں)

سرِ بازار مجھے جرم کی دی جائے سزا
آپ سے بڑھ کے نہ تھا عادل و منصف کوئی
آپ بھی دینے لگے اب سبق ترکِ وفا

سلطان محمد قاؤن:- مجھ سے تم صاف کہو۔ کیوں ہو پریشان گفتار
کون سا جرم۔ سزا کیسی۔ یہ قصہ کیا ہے۔

امیر خرو:- حال کیا بجھیں کے آپ عشق کے بیماروں کا
کھل نہیں سکتا کہ ہے راز وفاداروں کا

سلطان محمد قاؤن:- آشنا میں بھی ہو اشعار کے اسراروں کا
راز اب راز نہیں عشق کے بیماروں کا

امیر خرو:- خوف ہے آپ کو بھی خلق میں رسوانی کا

سلطان محمد قاؤن:- میں سمجھتا ہوں کہ یہ کام ہے دانا لی کا

امیر خرو:- آپ پر آج تعلق کی حقیقت کھل جائے
عشق کی نسبت باہم کے نشاں دکھاؤ۔؟

(یہ کہہ کر اپنی اتنیں، الٹ دیتے ہیں۔ ہاتھوں پرتازیانے کے نشانات موجود ہیں)

سلطان محمد قاؤن:- کون گستاخ تھا۔ کس کو ہوئی اتنی جرأت
تم پہ یہ ظلم رو رکھا ہے کس نے آخر
چیز یہ کہتا ہوں کہ میں دونگا اسے سخت سزا

امیر خرو:- آپ اپنے کونہ دے پائیں گے یہ سخت سزا

درودیوار سے آتی ہے مجھے بوئے حسن
 گونختی ہیں مرے کانوں میں وہ آہیں اب تک
 اس کے سینے میں جو ہر دڑے پہ گھٹ جاتی تھیں
 کیا کہوں آپ سے نبضیں مری چھٹ جاتی تھیں
 داستاں ساری یہ بے حرف وزبان کہتے ہیں
 گذری ہے دوست پہ کیا میرے نشاں کہتے ہیں
سلطان محمد قاؤن:- (تالی بجا تا ہے۔ تازیانہ بردار حسن دہلوی کو لیے داخل ہوتا ہے۔ حسن امیر
 کو دیکھتے ہیں اور بے ساختہ ان سے لپٹ جاتے ہیں)

کھل گیا میری نگاہوں پہ یہ ربط پہاں
 عشق ایسا ہو تو دراصل ہے عین ایماں
 پہلے غصہ تھا مگر اب ہے ندامت مجھ کو
 دیے بھی ان سے نہیں کوئی عداوت مجھ کو

(سلطان اٹھتا ہے۔ اور امیر خرد بھی حسن دہلوی کو ہمراہ لئے دوسرے دروازے کی
 جانب بڑھتے ہیں)



چھٹا منظر

پڑیاں۔ امیر خروہ کا وہی پرانا مکان جس میں وہ پیدا ہوئے تھے۔ بیگم امیر سیف الدین (والدہ حضرت امیر خروہ) جو بہت بوڑھی ہو چکی ہیں بے قراری کے عالم میں ٹھل رہی ہیں۔ ان کے ہاتھ میں ایک خط ہے جس کو وہ غور سے دیکھتی ہیں۔ اور آنکھوں سے آنسو پوچھتی جاتی ہیں۔ پس منظر سے دھیمے سروں میں لڑکیوں کے کورس میں ملہار گانے کی آواز آرہی ہے۔ آواز کبھی دھیمی ہو جاتی ہے۔ کبھی تیز)

کورس:-
 اماں میرے بادا کو بھیجوجی ۔ کہ ساون آیا
 بیٹی تیرا باوا تو بڈھا ری ۔ کہ ساون آیا
 اماں میرے بھیا کو بھیجوجی ۔ کہ ساون آیا
 بیٹی تیرا بھیا تو بالاری ۔ کہ ساون آیا

(آواز آہستہ آہستہ ڈوب جاتی ہے۔ ایک خادمہ آتی ہے اور بیگم امیر سیف الدین کے پاس کھڑی ہو جاتی ہے۔)

خادمہ۔
 مجھے سرکار کا خط آئے یہ ہے دوسرا دن
 بگڑی جاتی ہے مگر آپ کی حالت کیسی
 دیکھتی ہوں کہ نہیں آپ کو اک لمحہ قرار

بیگم امیر سیف الدین کم نہیں ہوتا ہے کچھ پانچ برس کا وقفہ

۱۔ امیر خروہ

خادمه-

سن گنی پائی تھی یہ میں نے کہ ان کو شاید

خان^ا کو مار کے مغلوں نے کیا قید کہیں
پوچھتی آپ سے ہمت نہ ہوئی یہ میری
خیر سے اب تو خبر آئی ہے خیریت کی
آنے ہی والے ہیں وہ یہ بھی سنائے میں نے

بیگم امیر سیف الدین جانے کیا گذری ہو زندگی میں مرے پچھے پر
سنتی ہوں مغلوں کی دہشت کے فسانے اکثر
ڈھونڈھتے ہیں وہ مظالم کے بہانے اکثر
ہند پران کی کئی سال سے یورش ہے بہت
رکھے محفوظ خدا تخت کو تادیر ان سے
میرے شوہر کی گئی جان انہیں کے ہاتھوں

رکھے محفوظ خدا ان کو نگاہ بدے

خادمه-

(اتنے میں ایک نوجوان خادمه بھاگتی ہوئی آتی ہے۔ اور امیر خسرود کی آمد کی خوش خبری دیتی ہے)

نوجوان خادمه-

آگئے۔ آگئے۔ مدخلے سر کار

قافلہ گراڑ اتا ہوا آپ ہو نچا ہے

میں نے اس اونچے جھرو کے سے ابھی دیکھا ہے

(بیگم امیر سیف الدین کا چہرہ کھل اٹھتا ہے۔ وہ بے قراری کے عالم میں آگے بڑھتی ہیں کہ دروازہ
سے امیر خسرود داخل ہوتے ہیں۔ آتے ہی ان سے لپٹ جاتے ہیں)

بیگم امیر سیف الدین خیریت سے تور ہے۔ دری ہوئی کیوں اتنی۔؟

۱۔ خان محمد قاؤن (خان شہید) ۲۔ امیر سیف الدین مغلوں سے ہی ایک زبردست مقابلے میں شہید ہوئے۔

امیر خرو-

آپ کی نیک دعاؤں کی بدولت ہوں حیات
کیفیت اپنی تو سب خط میں لکھی تھی میں نے

بیگم امیر سیف الدین:- دیکھ کر آج تمہیں دل کی کلی تازہ ہوئی
شاعروں پر بھی مغل کرتے ہیں کیا اتنا ظلم
لے گئے تھے تمہیں ملتان سے کم بخت کہاں

امیر خرو-

جانتی ہو کہ کہاں قید میں رکھا تھا مجھے؟
پاپہ زنجیر کہاں مجھ کو مغل لے کے گئے
قید خانہ مرا آبائی وطن تھا اماں
میرے اجداد کا سربراہ چمن تھا اماں
لبنخ ہی مرکز بیداد ہے اب مغلوں کا
راج اس وقت ہے چنگیز کے فرزندوں کا

بیگم امیر سیف الدین:- قید میں تم پر مظالم تو نہیں ڈھائے بہت

امیر خرو-

کوئی ثابت نہ ہوا جرم بغاوت مجھ پر
ہے یہ محبوب الہی کی عنایت مجھ پر
مدتیں گذریں زیارت سے ہوں ان کی محروم
آپ سے مل کے ارادہ ہے وہیں جانے کا

بیگم امیر سیف الدین خیراب شہرو ذرا- میرا ارادہ ہے کچھ اور
قید سے مغلوں کے پائی ہے رہائی تم نے
قید میں ان کی تو تکلیف اٹھائی تم نے
ایک قید اور ہے تکلیف نہیں ہے جس میں
میرے بھی دل کے بہلنے کی یہ ہوگی تدبیر
اور تم جانہ سکو ڈال دوں ایسی زنجیر

امیر خردو

حکم پر آپ کے خم سر ہے ہمیشہ تے مرا
دور اب جاؤں کہیں ایسا ادارہ بھی نہیں
کسی دربار میں رہنے کی تمنا بھی نہیں
آپ کا سایہ ہی اب سایہ رحمت ہے مجھے
درِ محبوب اللہ در جنت ہے مجھے

بیگم امیر سیف الدین یاد کرتے ہیں بہت بھائی بھی تم کو دونوں
مدتیں گذریں بہن سے بھی ملاقات ہوئے
میں بھی ہمراہ تمہارے ہی چلوگی دلی
امراء کی ہیں کئی لڑکیاں دیکھی بھائی

(امیر خردو-اثھتے ہیں اور بیگم امیر سیف الدین بھی اٹھتی ہیں۔ پس منظر سے دھیمی آواز میں
لڑکیوں کے کورس کی آواز پھرا بھرتی ہے۔ موسیقی بدلتی ہے)

کورس-اماں میرے ماموں کو بھیجوجی کہ ساون آیا
بیٹی تیرا ماموں تو بانکاری کہ ساون آیا

(امیر خردو کے ہونٹوں پر مسکراہٹ آ جاتی ہے۔ بیگم امیر سیف الدین آگے بڑھ جاتی ہیں ان کے
پیچھے امیر بھی دروازہ سے باہر نکل جاتے ہیں)



ساتواں منظر

(درگاہ محبوب الہی۔ توال کی محفل۔ توال امیر خرو دکھنے کا ہی ایک کھماچ گارہا ہے)

توال۔
 بہت کٹھن ہے ڈگر پنگھٹ کی
 کیسے میں بھر لاؤں جمنا سے مٹ کی
 پنیا بھرن کو میں جو گئی تھی
 دوز جھپٹ موری ملکی پنکی
 بہت کٹھن ہے ڈگر پنگھٹ کی
 خرو نجام کے بل بل جاؤں
 لاج رکھی مورے گھونگھٹ پٹ کی

(سامعین عالم وجد میں ہیں۔ امیر خرو داخل ہوتے ہیں۔ موسيقی بدلتی ہیں)

محبوب الہی۔
 خوش رہو۔ عمر بہت پائی ہے تم نے خرو

امیر خرو۔ (قدم بوی کے بعد) آپ کی نیک دعاوں کا ہے صدقہ سرکار
 دشمنوں میں رہا محفوظ مرا عز و وقار
 آپ سے بڑھ کے نہیں عمر دورو زہ مجھ کو
 آپ کی یاد سے ہر سانس کی قائم ہے بھار

محبوب الہی (آہ سرد کے ساتھ) نیک دل کتنا تھا سلطان محمد قاآن
 قتل سے اس کے بہت صدمہ ہوا ہے مجھ کو

شعراء کے لئے کیا ظلم تھی ایسی تعزیر
تمہیں رکھا تھا کہیں بُخ کے زندگان میں اسیر

امیر خسرو۔

آپ کی یاد تھی زندگان کے سیہ خانے میں
شمیں اک جلتی تھی احساس کے کاشانے میں
آپ کی نذر ہے زندگان میں کہی ایک غزل
اس میں اک صنعت تازہ کی رکھی ہے بنیاد
اصل میں ہجر کے انفاس کا آئینہ ہے
آپ سے دوری کے احساس کی آئینہ ہے

محبوب الہی۔

چ تو یہ ہے کہ تعلق ہے اسی ربط کا نام
میری خواہش تمہیں بروقت جو محسوس ہوئی

(امیر خسرو غزل اپنی پرسوز آواز میں شروع کرتے ہیں۔ موسيقی بدلتی ہے)

غزل

زحالِ مسکینِ مکن تغافلِ دورائے نیناں بنائے بتیاں
کہ تابِ هجراء نہ دارم اے جاں نہ لیہو کا ہے لگانے چھتیاں

شبانِ هجراء دراز چو زلف و روز و صلت جو عمر کوتاہ
سکھی پیا کو جو میں نہ دیکھوں تو کیسے کاٹوں اندر ہیری رتیاں
یکا یک از دل دو چشم جادو بھد فریسم سرورِ تسلیم
کے پڑی ہے جو جانا وے پیارے پی کو ہماری بتیاں

(دھن بدلتی ہے)

محبوب الہی۔

تمہیں اللہ نے بخشا ہے مجب سوز دروں

کاش یہ سوز ہو بخشش کا وسیلہ میری

امیر خرو۔

آپ ہی سے تو درخشاں ہیں مرے دونوں جہاں

آپ کی خاک درپاک کا ہے فیض نہاں

کون اس خرو ناچیز کو پوچھے آقا

پھر لیں آپ نظر مجھ سے جو میرے آقا

(اذان کی آواز آتی ہے۔ محبوب الہی نماز کے لئے اٹھتے ہیں۔ سب لوگ ایک ایک کر کے باہر

جاتے ہیں)

تیسرا ایکٹ

(3rd Act)

پہلا منظر

(ایک ساقن (بھنگ فروش) کی دوکان۔ دو ایک لوگ باتوں میں مصروف ہیں۔ بھنگ کے پیالے ہاتھوں میں ہیں۔ اندر سے گھنگھرؤں کی آوازیں آرہی ہیں۔ (بھنگ گھونٹنے کی آوازیں) نوجوان ساقن بڑی ادا سے سب سے باتیں کر رہی ہے۔ اتنے میں امیر خرو گذرتے ہیں اور نوجوان ساقن کو دیکھ کر مسکراتے ہیں اور رک جاتے ہیں۔ ساقن حقہ لے کر آگے بڑھتی ہے امیر حقہ پینے کے لے آگے بڑھتے ہیں اور اس کے ہاتھ سے حقہ لے کر)

امیر خرو۔ خیرت سے تو ہیں

اور کہو بی چمو

چمو۔

خیرت سے ہوں میں
آپ کہیں اپنی میاں
مدتوں بعد نظر آتی ہے اب تو صورت
ایسا لگتا ہے کہ اب گھر سے نکلتے ہی نہیں
بند دربار میں بھی کب سے ہے آنا جانا۔!

امیر خرو۔ ایسے دربار سے کیا رکھوں تعلق اپنا
بادشاہِ رندی میں سرشار ہو جب آٹھوں پھر
جلسہ ماه و شان رہتا ہو روایں شام و سحر
کتنی دشوار ہے پھر کارِ حکومت پہ نظر

پمو-

میاں یہ باتیں تو بس آپ نی جانیں بہتر
 بادشاہ کوئی بھی ہو۔ کیسا ہی ہونھیک ہی ہے
 پر میں سمجھی نہیں۔ وہ آپ کا دشمن تھے کیوں ہے
 لوگ اس بات کا کرتے ہیں یہاں ذکر بہت
 آپ کا بھی کوئی دشمن ہو یہ حیرت ہے مجھے

امیر خرو-

(ہنتے ہیں) بادشاہ میرا ہے دشمن یہ خبر خوب آڑی

جانتی ہو کہ۔ مرا اس سے تعلق کیا ہے
 نسبتِ خاص رہی ہے مجھے بغاخاں سے
 بادشاہ اس کا ہی بیٹا ہے۔ کوئی غیر نہیں
 چج تو یہ ہیکہ اسے مجھ سے کوئی بیر نہیں

چمو-

اصل میں رستی کا ہیں سانپ بنانے والے
 کتنے ظالم ہیں یہ افسانے سنانے والے
 مجھے دربار میں سوبار بلایا اس نے
 باپ سے ہے جو تعلق وہ جتا یا اس نے
 ہاں طبیعت مری کچھ ان دنوں لگتی ہی نہیں
 درِ محبوب الہی کے سوا اور کہیں!

امیر خرو-

میری بھی حق میں دعا کرتے رہا کچھ میاں

چمو-

۱۔ معز الدین کیقاد۔ جونہایت عیش پسند شراب کتاب میں غرق رہنے والا بادشاہ تھا اس نے سارا نظام حکومت، ملک نظام وزیر مملکت کے پرد کر کھا تھا، جس کی امیر خرو سے کبھی بنتی نہیں تھی، یہ اشارہ اسی جانب ہے۔

امیر خرو

کرتا رہتا ہوں میں ہر وقت دعا سب کے لئے

چمو۔

میاں اک اور بھی خواہش ہے مری برسوں سے
آپ سے کہتے ہوئے پرمی رکتی ہے زبان
سینکڑوں بول کہے، شعر بنائے کتنے
گیت، دو سخن، پہلی کہے انہل بھی بہت
گاتی پھرتی ہے جنہیں گاؤں کی اک اک چھوری
میرے بھی نام کا اک آدھ جو کہدیں کوئی بول
میرا بھی ذکر رہے بعد مرے مرنے کے

امیر خرو۔

تم پریشان ہو برسوں سے۔ کبھی تو کہتیں

(پھر سوچ میں ڈوب جاتے ہیں۔ اور ایک منٹ بعد جب سراٹھا تے ہیں)

خیر لی چھو سنونام کے اپنے اشعار
امیر خرو۔

چمو۔ (خوش ہوتے ہوئے) صدقے قربان میاں۔ آپ پہ میں لاکھوں بار

اوروں کی چھ پھری باجے چھو کی اٹھ۔ پھری

باہر کا کوئی آئے نا ہیں آئیں سارے شہری

صاف صوف کر آگے را کھے جس میں نا ہیں تو سل

اوروں کے جہاں سینگ سمائے چھو کے ہاں موسل

میاں کیا بات ہے۔ اب یاد رہے گی میری

بعد مرنے کے مرا ذکر بھی ہوگا شاید

چمو۔

(اشعار گنگنا نے لگتی ہے۔ امیر مسکراتے ہوئے آگے بڑھ جاتے ہیں)

۱۔ آب حیات: ذکر امیر خرو

دوسرا منظر

(شہنشاہ دلی معز الدین کیقباد (بیمار و نحیف) کا دربار۔ سید ہے ہاتھ پر معز الدین کیقباد اور بادشاہ کی کرسی پر بغرا خاں جلوہ افروز ہیں۔ صفات امراء میں امیر خرد بھی نظر آرہے ہیں۔)

معز الدین کیقباد۔ ملک الشعرا۔ محظوظ زمانہ خرو

مجھے منون کیا آپ نے لاکر تشریف

آپ نے بندہ کو عزت سے نوازا ہے حضور

شرکت جشن کی دعوت نے کیا ہے مشکور

آئینہ چہروں سے ہیں آج خوشی کے جذبات

نذر کی رسم کے بعد۔ اب ہے گذارش میری

خاں جہاں۔

شاعر ہند کریں پیش کلام تبریک

سوز اور ساز کا انداز وہ نغمات میں ہے

ایک ہنگامہ بپا محفل جذبات میں ہے

کتنا پر کیف ہے دو پچھڑے دلوں کا ملنا

رنگ ہر سمت جو اس جشن ملاقات میں ہے

امیر خرد۔

تمہیں انعام سے اس وقت میں کرتا سرشار

روک لیتی ہے مرا ہاتھ مگر مجبوری

بغرا خاں۔

معز الدین یقیاد۔ مجھے غمگین کیا۔ آپ کی مایوی نے
دکھ ہوا مجھ کے سمجھا مجھ سرکار نے غیر
آپ مختار ہیں جو چاہیں عطا فرمائیں
بغراءخاں۔ بیٹے تم خوش رہو۔ یہ رنج کے لمحات نہیں
تھے شہنشاہ کے۔ یہ باپ کے جذبات نہیں
کاش بنگال میں یہ جشن منایا جاتا
(وقفہ)

خدا آباد رکھے سلطنتِ دلی کو
میں تو اب بوڑھا ہوا بات کا کیا میرے ملال
تمہیں لازم ہے کہ ہر طرح رکھو اپنا خیال
خاں جہاں۔ خواہش شاہ کی تکمیل کے سامان ہوئے

رہے تاریخ میں یہ جشن "قرآن السعد دین"
مجھے ہے اس کی خوشی میری گذارش پہ حضور
مثنوی جشن کی خرسو نے لکھی ہے کیا خوب
پیش یہ مثنوی وہ شاہ کو فرماتے ہیں

امیر خرسو۔ خاطر خان جہاں۔ خاطر شاہ دوراں
مجھے دو اپنوں کی خاطر اسے لکھنا ہی پڑا

(آگے بڑھ کر خاں جہاں یہ مثنوی معز الدین یقیاد کو پیش کرتا ہے، بادشاہ اسے کھوتا ہے سرسری
نظر ڈالتا ہے)

معز الدین یقیاد۔ مثنوی کیا ہے مرقع ہے کمال فن کا

امیر نسرو-

شکریہ۔ آپ کا دراصل یہ ہے حسن قبول

بغراخاں-

خاندال پر مرے یہ ان کا ہے احسان عظیم

واقعی۔ اس کا صلد دے گا انہیں رب کریم

معز الدین کی قیاد۔ میری جانب سے یہ ناچیز ساندرانہ ہے

(چاندی کے سکوں سے بھرے کئی طشت اور خلعت مرصع عطا ہوتی ہے۔ دربار برخاست ہوتا ہے)



تیسرا منظر

(امیر خسرو کا مکان۔ (اندرونی حصہ) بدر (ایک انٹھ نو سال کی بیجی) ملک احمد (ایک پندرہ سال کا نوجوان آپس میں باتیں کر رہے ہیں)

بھائی جان۔ آپ تو بس کھوئے ہی رہتے ہیں سدا بدر۔

(چونکتے ہوئے) تم نے کچھ مجھ سے کہا۔؟ ملک احمد۔

نہیں میں ایسے میں کیا آپ سے کہہ سکتی ہوں بدر۔
آپ کو ملتی نہیں فکر خن سے مہلت
آپ تو بڑھ گئے باوا سے بھی دو چار قدم

ثہرو۔ بس مقطع کا یہ دوسرا مصرع لکھ لوں ملک احمد۔

(لکھتے ہوئے)

مقطع پر آئی غزل۔ شکر ہے تیرا مولا
ناطقہ تنگ ہے اس فکر خن سے میرا
ہو گئے آپ بھی باوا کی جو صورت شاعر
مدتوں آپ دکھائیں گے نہ اپنی صورت

ملک احمد۔ (قلم رکھتے ہوئے) باتیں کرنے کی نکل جائے تمہاری حسرت
کہو دلکھول کے اب ہو گئی مجھ کو فرصت

آپ ہم کو تو غزل اپنی ساتے ہی نہیں بدر۔

بھینس کے آگے تو ہم میں بجاتے ہی نہیں ملک احمد۔

بھائی جان آپ کی ہم کرتے ہیں کتنی عزت بدر۔

شعر الائق عزت ہی ہوا کرتے ہیں ملک احمد۔

مجھے معلوم ہے کیا آپ کہا کرتے ہیں بدر۔

تمہیں کچھ بھی نہیں معلوم ہے نادان ہوتم ملک احمد۔

شعر کیا چیز ہے اس سے ابھی انجان ہوتم

(بیگم امیر خررو داخل ہوتی ہیں۔ (ادھیر عمر لیکن خوبصورت) آکر دونوں کو غصہ کی نظر سے دیکھتی ہیں)

بیگم امیر خررو۔ جانے کب ختم ہوں تم دونوں کے قھے جھگڑے
نگ میں آگئی ہر وقت کی تکراروں سے

بھائی جان اب تو ز میں پر نہیں رکھتے پاؤں بدر۔
اپنے کوشاع عظم یہ سمجھتے ہیں بہت
بہن بھی اپنی نہیں بھینس نظر آتی ہے

بیگم امیر خررو۔ چھوڑ واں قصہ کو یہ مجھ سے نہ سلچھے گا کبھی
اسے سلچھائیں گے باوا، ہی تمہارے آکر

باوا کے آنے کی کیا جلد ہی آتی ہے خبر ملک احمد۔

بدر۔

میں نے کل خواب میں دیکھا تھا یہ اتماں بیگم

مل کیا خان جہاں سے انہیں اذن رخصت

بیگم امیر خرو۔
شاید اس خواب کی تعبیر ہو پچی بیٹی

(وہ اٹھ جاتی ہیں۔ دوسرے دروازہ سے دونوں بہن بھائی بھی نکل جاتے ہیں)



۱۔ خان جہاں: جو حاکم اودھ ہو گیا تھا اور امیر کو اپنے ساتھ لے گیا تھا

چو تھا منظر

(در بار جلال الدین خلجی - امیر خرو بھی موجود ہیں - نقیب اعلان کرتا ہے)

نقیب - آج ہے حکم شہنشاہ کہ اس محفل میں
لقب وخلعت شاہی سے نوازے جائیں
امرا وشعراء حسب روانج دربار
اور ہولطف شہنشاہ کا سب پر اظہار

جلال الدین خلجی - مادبولت کی یہ خواہش ہے کہ تقریب سعید
ہند کے شاعر بے مثل سے آغاز ہو آج
رہے تاریخ میں یہ جشن ہمیشہ زندہ
لقب وخلعت شاہی کا وہ انداز ہو آج
سب لوگ - سبحان اللہ - سبحان اللہ -

جلال الدین خلجی - ہند کے شاعر بے مثل وہ کیتاے چہاں
نہیں ہے او رکوئی آج سوائے خرو
میں تو ہوں ایک زمانے سے پرستاران کا
قابل داد ہے ایک ایک ادائے خرو
امیر خرو - آپ کے لطف سے جنبش لپ اظہار کو ہے

اعتراف آپ کے الطاف کا اغیار کو ہے
 میں تو اک بندہ ناچیز وحیر وکتر
 حسنِ ظن بس مری جانب سے یہ سرکار کو ہے
 شکر اس خالق کو نین کا کرتا ہوادا
 جس نے بے مانگے مرادوں سے مجھے شاد کیا

جلال الدین خلجی۔ تمہیں ہم بخشنے ہیں منصبِ مصحف داری
 عہدہ خاص امارت کا عطا کرتے ہیں
 زینت نام لقب آج سے ٹھرا ہے امیر۔

امیر خرو۔ آپ کے لطف فراواں کا بہت ہوں ممنون
 سب لوگ۔ سبحان اللہ۔ سبحان اللہ۔ مبارکباد

(نقیب آگے بڑھ کر امیر کو مرقعِ مصحف شریف پیش کرتا ہے۔ اور مبارکباد کے شور میں دربار برخاست ہوتا ہے)



۱۔ امیر کا لقب اسی دربار سے امیر خرو کو ملا تھا

پانچواں منظر

(امیر خرد جن کے سر اور داڑھی کے بال اب بہت سفید ہو گئے ہیں۔ اور بیگم امیر جو باوجود بڑھاپے کے کافی حسین معلوم ہو رہی ہیں۔ دونوں آمنے سامنے بیٹھے با تیں کر رہے ہیں۔ امیر کے مکان کا اندر وہی حصہ امیر کے سامنے کاغذوں کا ڈھیر لگتا ہے۔ وہ کچھ لکھتے بھی جا رہے ہیں)

بیگم امیر خرو۔

صحح سے آپ کو میں دیکھ رہی ہوں لکھتے
کئی بار آکے یہاں چپکے سے میں لوٹ گئی
خلل انداز نہ ہوں آپ کی تہائی میں
کام ہو ختم تو کچھ بات کروں آپ سے میں

امیر خرو۔ (قلم رکھتے ہوئے) عمر اس دشت کی سیاحی میں گذری لیکن
کیا کہوں تم سے کہ ہوتی ہے مجھے اب وحشت
حکم ہے شاہ کا مجبور ہوں لکھنے کے لئے
خیر اب آخری صفحات پہ آپ ہو نچا ہوں

بیگم امیر خرو۔

آپ کو شہرت و دولت کی نہیں اب حاجت
شاہی دربار سے اب ختم، تعلق کیجئے
لوگ اس عمر میں آرام کیا کرتے ہیں۔
اور اک آپ کو ملتی نہیں مہلت ہی کبھی

امیر خرو-

میری بھی اب یہی خواہش ہے کہ اس کام کے بعد
کچھ تو میں خدمتِ محظوظ الٰہی کرلوں!
گلِ امید سے اب دامنِ عقیقی بھرلوں!

بیگم امیر خرو-

شاہ کو بغض ہے محظوظ الٰہی سے بہت
شاہ کو بغض نہیں بغض ہے ملاؤں کو
امرا بھی وہاں لب کھولتے اب ڈرتے ہیں
انہیں کیا رتبہ محظوظ الٰہی معلوم

امیر خرو-

چج ہے یا اپنی عقیدت ہے اور اپنا مقوم
خیر یہ چھوڑ یے۔ میں آئی تھی اتنا کہنے
ستی ہوں شاہ کو درپیش سفر ہے کوئی
اور وہ آپ کو ہمراہ لئے جاتا ہے

بیگم امیر خرو-

ابھی کچھ طے تو نہیں سنتا ہوں میں بھی ایسا

امیر خرو-

آپ کی عمر نہیں اس کی اجازت دیتی
رہی دولت تو نہیں اس کی مجھے کچھ خواہش
آپ کی قدر شہنشاہوں نے جتنی کی ہے
اتنی اب اور کسی شخص کی ممکن ہی نہیں
دے جو اب تول کے ہاتھی کے برابر سونا
کون ہو سکتا ہے اب شاہ مبارک کی طرح

بیگم امیر خرو-

امیر خرو-

بات جب ہوگی یہ طے دیکھو نگا اس وقت ہی میں
 اور باتوں کو تو کیا ایک اسی بات کولو
 عمر کا اعذر مشاغل کا بہت ذکر کیا
 سر در بار مگر بن نہ پڑا صاف جواب

آخرش لکھنا پڑا مجھ کو ہی تعلق نامہ،
 بنداب اس پہ ہی کر دو نگا میں تصنیف کا باب

بیگم امیر خرو-

سُنی ہے آپ کے جانے کی خبر جس دن سے
 دل میں اک خوف سار ہتا ہے مرے شام و سحر

امیر خرو-

شاہ کو اور جو در پیش ہیں ملکی حالات
 یہ بھی ہو سکتا ہے کچھ دن کو سفر ہی ٹل جائے
 جاؤ تم اتنی پریشان نہ ہو۔ سو چونگا

(بیگم امیر خرو اٹھ جاتی ہیں۔ امیر خرو پھر لکھنے میں مصروف ہو جاتے ہیں)



چھٹا منظر

(ایک حولی کے باہر پھرے دار مشعلیں اٹھائے ادھر سے اُدھر جا رہے ہیں۔ اچانک ایک گرد میں اٹا ہوا شخص داخل ہوتا ہے۔ آتے ہی ایک مشعل بردار سے آنے والے حسن دہلوی ہیں۔ مشعل بردار نہیں دیکھتا ہے اور مشعل سامنے کرتا ہے تو چہرہ پہچان میں آتا ہے)

مشعل بردار۔ خیریت تو ہے جناب! آپ یہ کس حال میں ہیں

حسن دہلوی۔ مجھے تم خررو کا جلدی سے پتہ بتاؤ

مشعل بردار۔ پا یہ تخت میں ہے خیر تو۔؟ حالات ہیں ٹھیک۔؟
و دیکھتا ہوں کہ نہیں آپ کی سانیس بھی درست

حسن دہلوی۔ با تین کرنے کی نہیں مجھ کو زیادہ فرصت

مجھے تم خررو کا جلدی سے پتہ بتاؤ

مشعل بردار۔ ٹھریے۔ لاتا ہوں میں ان کو ابھی خود جا کر

(مشعل بردار چلا جاتا ہے۔ ایک لمحے کے بعد امیر خرسو گھبرائے ہوئے داخل ہوتے ہیں۔ مشعل بردار پتھرے پتھرے ہے۔ حسن نہیں دیکھتے ہی لپٹ جاتے ہیں۔)

امیر خرسو۔ تمہیں بنگال جو اس حال میں لا آئی ہے تڑپ

میری تو جان پہ بن آئی ہے۔ سب خیر تو ہے؟

دیکھ کر تم کو مراد بھی بھرا آتا ہے
کیا کہوں تم سے کہ کیا مجھ کو ہوا جاتا ہے

حسن دہلوی -

آسمان دیدہ خونبار لئے ہے دیکھو
رگ گئی وقت کی رفتار زمیں ہے گریاں
ہند کے سر پہ قیامت کی گھڑی بیت گئی
خاک ہم سر پہ لئے آج کھڑے ہیں خرسو

ایسا لگتا ہے کہ سب ڈوب رہے ہیں خرسو

امیر خرسو -

خاک بنگال ہو صد حیف کہ ہم تیری طرف
رنج کی موج گریزاں میں بہے آئے ہیں
ہمیں مت دیکھا سے دیکھ کہ ہم جس کے لئے
جسم سے روح نکلنے کی خبر لائے ہیں

حسن دہلوی -

مجھے اب اور نہیں صبر کا یارا ہے حسن
گھر پہ سب ٹھیک ہیں - ؟
محبوب الہی ہیں بخیر - ؟

امیر خرسو -

(امیر سے لپٹ کر رونے لگتے ہیں - اور روتے ہوئے)

حسن دہلوی -

حشر سینوں میں ہے دلی پہ تباہی ہی نہیں
خرس و اب دنیا میں محبوب الہی ہی نہیں

(امیر خرسو - ایک آہ دل دوز کے ساتھ حسن سے لپٹ جاتے ہیں - مویقی کی لہریں بہت تیز ہو جاتی
ہیں)

ساتواں منظر

(امیر خرسرو ماتھی لباس پہنے درگاہِ محبوب الہی کے ایک ستون سے ٹیک لگائے کھڑے ہیں آنکھوں سے آنسو بہرہ رہے ہیں۔ برابر میں حسن دہلوی ایک طشت سے جھولی بھر بھر کر فقیروں کو چاندی کے سکے بانٹ رہے ہیں فقیروں کی ٹولیاں آتی ہیں اور دامن بھر بھر کے آگے بڑھ جاتی ہیں۔ پس منظر سے ایک نہایت درد بھری آواز آتی ہے)

جُن بن پھول رہی سرسوں

امبوا پھولے ٹیسو پھولے

کوئل بولئے ڈار-ڈار

اور گوری کرت سنگار

جُن بن پھول رہی سرسوں

(ماتھی موسیقی کی لہریں تیز ہوتی ہیں۔ اور رفتہ رفتہ پھر دھیمی ہوتی جاتی ہیں۔ پاس کی مسجد سے کورس میں بچوں کی آواز آرہی ہے۔) (موسیقی بدلتی ہیں)

خالق باری سر جن تار واحد ایک بڑا کرتار!

اسم اللہ خدا کاناؤں گرمادھوپ ہے سایہ چھاؤں

(آوازیں دھیمی ہوتی ہیں۔ موسیقی بدلتی ہے)

حسن دہلوی۔

لٹ گیاراہ خدا میں کبھی مال و اساب

پاس اب خرسرو کے کچھ بھی نہ بچا کچھ نہ رہا

ماتم دوست نے سب توڑ دیئے ہیں رشته
پیغ ہر شے درِ محظوظ الٰہی کے سوا

(موسیقی کی لہریں تیز ہوتی ہیں۔ اور جب دھیمی ہوتی ہیں تو بچوں کے کورس کی آواز آتی ہے)

مولوی صاحب سرن پناہ گدابھکاری خروشہ

آوازیں آہستہ آہستہ غائب ہو جاتی ہیں۔ ماتمی دھن پھر ایک بار تیز ہوتی ہے اور جب دھیمی ہوتی ہے تو۔ امیر خرد کے لب واہوتے ہیں)

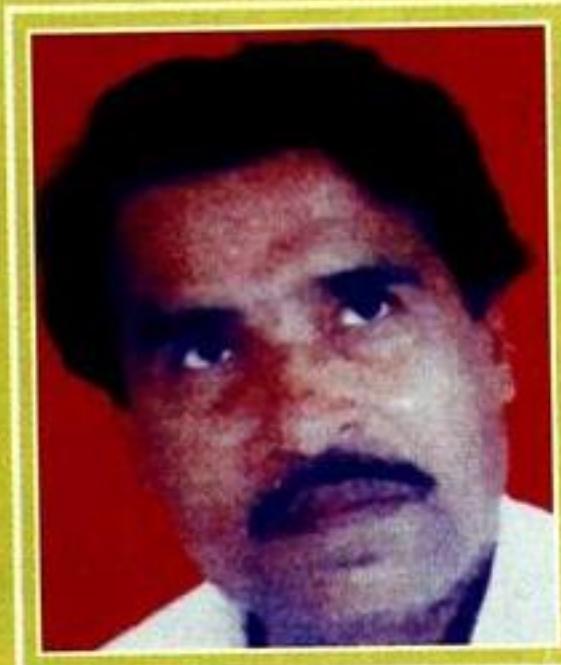
گوری سووے بچ پر مکھ پڑدارے کیس
چل خروش گھر آپ نے سانجھ بھی چھو دیں

موسیقی کی لہریں۔ ماتمی دھن کو اور زیادہ گھبرا کر دیتی ہیں۔ امیر آہستہ آہستہ دھیمی ہوتی ہوئی لہروں کے ساتھ فرش پر بیٹھتے جاتے ہیں۔ اور پھر وہ سراوندھا لیتے ہیں)

(پردہ گرتا ہے)

ختم شد

☆☆☆



جناب فضیح اکمل دنیا نے اردو کی ہمہ جہت اور ہمہ صفات شخصیات ہیں۔ آپ کا شمار عصر حاضر کے ان کنہہ مشق شعراء میں ہے جنھوں نے تغیر پذیر فکری موسموں اور نئے نئے حیاتی تقاضوں کے درمیان شعری اقدار و روایات اور لسانی و فنی منہاج کی پاسداری کے ساتھ نہ صرف عصری غزل کو اعتبار بخشنا ہے بلکہ تقریباً تمام اصنافِ سخن میں جودتِ طبع، فطری ذوقِ سخن اور مہارتِ فن کے جلوے دکھائے ہیں۔ ملک بھر میں مشاعروں اور شعری مجالس میں گونجنے والی ان کی منفرد آواز، ہندوپاک کے رسائل و جرائد میں گزشتہ چار دہائیوں سے شائع ہونے والی ان کی منظوم اور نشری تخلیقات، تقيیدی و تحقیقی مقالات، ریڈیو اور ٹیلی ویژن پرنٹر ہونے والی ان کی علمی، ادبی اور سماجی تحریریں انہیں عہد ساز اردو شخصیت ثابت کر چکی ہیں۔ جناب فضیح اکمل کا تعلق اتر پردیش کے تاریخی شہر شاہجہان پور کے معزز، مقتندر، متصوف اور متبدین خانوادے سے ہے۔ ان کے والد محترم حضرت مولانا سید انوار حسین قادری "جید عالم" دین اور آستانہ حضرت فخر عالم قادری کے صاحب سجادہ تھے جن کا نسبی سلسلہ حضرت غوث اعظم علیہ الرحمۃ کی ذات بابرکات سے ہے۔ فصاحت، بلاغت، ذہانت اور طلاقتِ لسانی کے ساتھ ساتھ بزرگانِ دین سے عقیدت اور موادت جناب فضیح اکمل کو وراثت میں ملی ہے۔ حضرت امیر خسر و کی عظیم علمی و روحانی شخصیت پر یہ میوزیکل اوپرایک آئینہ ہے جس میں مصنف کے صوفیانہ مزانج اور تخلیقی کمالات کا عکس واضح طور پر دیکھا جا سکتا ہے۔

فاروق ارگلی

M.R. Publications

Printers, Publishers, Suppliers & Distributors of Literary Books
 3871, 4th Floor, Kalan Mahal, Darya Ganj, New Delhi-110002
 Cell : 9810784549, 9211532140 E-mail : abdus26@hotmail.com